لَنْ یَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْکٰفِرِیْنَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ سَبِیْلًا

قرآن شریف الجزو پنجم

یہ ہرگز نہیں ہوگا کہ کافر مومنوں کو ملزم کرنے کے لئے راہ پا سکیں۔

کتاب لاجواب

شحنۂ حق

جس کا دوسرا نام یہ ہے

آریوں کی کسی قدر خدمت

اور

اُن کے ویدوں اور نکتہ چینیوں کی کچھ ماہیّت

یہ رسالہ جو تالیفات مرزا غلام احمد صاحب مؤلف براہین احمدیہ میں سے ہے اُس پُر افترا رسالہ کا جواب ہے جو چند قادیان کے ہندوؤں کی طرف سے بامداد و اعانت لیکھرام پشاوری چشمہ نور امرتسر میں چھپا تھا سو عام فائدہ کے لئے مرزا صاحب موصوف کی طرف سے

مطبع ریاض ہند امرتسر میں باہتمام شیخ نور احمد مالک مطبع طبع ہو کر شائع ہوا

اعلان

چونکہ رسالہ سراج منیر جو پیش گوئیوں پر مشتمل ہوگا چودہ سو روپیہ کی لاگت سے چھپے گا۔ اس لئے چھپنے سے پہلے خریداروں کی درخواستیں آنا ضروری ہے تا بعد میں دقتیں پیدا نہ ہوں قیمت اس رسالہ کی ایک روپیہ علاوہ محصول ہوگی۔ لہذا اطلاع دی جاتی ہے کہ جو صاحب پختہ ارادہ سے سراج منیر کو خریدنا چاہتے ہیں وہ اپنی درخواست معہ پتہ سکونت وغیرہ کے ارسال فرمائیں۔ جب ایک حصہ کافی درخواستوں کا آجائے گا تو فی الفور کتاب کا طبع ہونا شروع ہو جائے گا۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

خاکسار

غلام احمد از قادیان

عام اطلاع

ناظرین پر واضح رہے کہ ہمارا ہرگز یہ طریق نہیں کہ مناظرات ومجادلات میں یا اپنی تالیفات میں کسی نوع کے سخت الفاظ کو اپنے مخاطب کے لئے پسند رکھیں یا کوئی دل دکھانے والا لفظ اس کے حق میں یا اس کے کسی بزرگ کے حق میں بولیں کیونکہ یہ طریق علاوہ خلاف تہذیب ہونے کے اُن لوگوں کے لئے مضر بھی ہے جو مخالفت رائے کی حالت میں فریق ثانی کی کتاب کو دیکھنا چاہتے ہیں وجہ یہ کہ جب کسی کتاب کو دیکھتے ہی دل کو رنج پہنچ جائے تو پھر رنجی طبیعت کی وجہ سے کس کا جی چاہتا ہے کہ ایسی دل آزار کتاب پر نظر بھی ڈالے لیکن ہم افسوس سے لکھتے ہیں کہ ہمیں اس رسالہ میں ایک ایسے یاوہ گو کی تحریر کا جواب لکھنا پڑا جس نے اپنے

افترا سے سوالات ہی ایسے کئے تھے جن کا پورا پورا اور واقعی سچا بھی وہی جواب تھا جو ہم نے لکھا ہے۔ ہر چند ہم نے حتی الوسع رفق اور نرمی کو ہاتھ سے نہیں دیا اور وہی الفاظ لکھے جو واقعی صحیح اور اپنے محل پر چسپاں ہیں۔ لیکن ہماری کانشنس اور حفظِ مراتب کے جوش نے اس بات سے بھی ہم کو منع کیا کہ ہم سفلہ مزاج اور گندی طبیعت کے لوگوں کے لئے وہ آداب استعمال کریں جو ایک شریف اور مُہذّب جنٹلمین کے لئے واجب ہیں۔ ان آریوں نے ہم سے کس قسم کی تہذیب کا برتاؤ کیا ؟ یہ ہم ابھی بیان کریں گے اور ہمیں یقین ہے کہ شریف آریہ ان حرکات بیجا کو بالکل روا نہیں رکھتے ہوں گے جو ہماری نسبت اپنے اقوال پُرفحش سے بعض دِل چلے آریوں نے اپنے وحشیانہ جوش سے ظاہر کئے ہیں۔ انہوں نے میری نسبت ایسے گندے اشتہار چھاپے ہیں۔ ایسے پُردشنام گمنام خط بھیجے ہیں۔ ایسی غائبانہ گندیاں باتیں کہیں ہیں کہ مجھے ہرگز اُمید نہیں کہ کوئی نیک ذات آریہ اس صلاح اور مشورہ میں داخل ہوگا۔ اور پھر ان نیک بختوں نے اسی پر کفایت نہیں کی بلکہ بار بار خطوط اور اشتہاروں کے ذریعہ سے مجھے قتل کرنے کی بھی دھمکی دی ہے لیکھ رام پشاوری نے جس قدر گندے اور بدبُو سے بھرے ہوئے ہماری طرف خط لکھے وہ سب ہمارے پاس موجود ہیں۔ اور گمنام خطوط جو جان سے مار دینے کے بارے میں کسی پُرجوش آریہ کی طرف سے پہنچے گو ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ کس آریہ کی طرف سے ہیں مگر یہ ہم جانتے ہیں کہ شورہ پُشتوں کے گروہ میں سے کوئی ایک ہے۔ ایسا ہی جن اشتہاروں کو یہ لوگ وقتاً فوقتاً جاری کرتے ہیں اُن کے پڑھنے سے ہریک شخص سمجھ سکتا ہے کہ ان کے دِلوں میں کیا کچھ بھرا ہوا ہے۔ گمنام خط جس قدر آریوں کی طرف سے آتے ہیں وہ اکثر بیرنگ ہوتے ہیں اور علاوہ ایک آنہ محصول ضائع کرنے کے جب اندر سے کھولا جاتا ہے تو نری گالیاں اور نہایت گندی باتیں ہوتی ہیں ایسے خط معلوم ہوتا ہے کہ

منہ

کسی لڑکے بدخط سے لکھائے جاتے ہیں عبارت وہی معمولی اُن گندہ زبان آریوں کی ہوتی ہے اور خط بچوں کا سا۔ ہم نہیں جانتے کہ ہم نے اِن کا کیا گناہ کیا ہے راستی کو تہذیب اور نرمی سے بیان کرنا ہمارا شیوہ ہے ہاں چونکہ یہ لوگ کسی طور سے ناراستی کو چھوڑنا نہیں چاہتے اس لئے سچ کہنے والے کے جانی دشمن ہو جاتے ہیں سو چونکہ ہمارے نزدیک کلمۂ حق سے خاموش رہنا اور جو کچھ خدائے تعالیٰ نے صاف اور روشن علم دیا ہے وہ خلق اللہ کو نہ پہنچانا سب گناہوں سے بدتر گناہ ہے اس لئے ہم ان کی قتل کی دھمکیوں سے تو نہیں ڈرتے اور نہ بجز ارادۂ الٰہی قتل کر دینا اُن کے اختیار میں ہے لیکن ہم یہ بھی نہیں چاہتے کہ کسی ظالم آریہ کے اقدام قتل سے ہمارے ہموطن اور ہم شہر آریہ پولیس کی کشاکشی میں پھنس جائیں۔ اس لئے اول تو اُنہیں ہم یہ نصیحت کرتے ہیں کہ اُس سرحدی شخص سے جس کا نام لیکھ رام یا لیکھ راج ہے پرہیز رکھیں۔ اس کے ساتھ اُن کی درپردہ خط وکتابت اچھی نہیں اس کی تحریریں جو ہمارے نام آئی ہیں سخت خطرناک ہیں اور دوسرے ہم یہ بھی مناسب سمجھتے ہیں کہ اب ہم اپنے پیارے زادبوم قادیاں کو مصلحت مذکورہ بالا کے لحاظ سے چھوڑ دیں اور کسی دُور کے شہر میں جا کر مسکن اختیار کریں کیوں کہ جس جگہ میں ہمارا رہنا ہمارے حاسدوں کے لئے دُکھ کا موجب ہو اُن کا رفع تکلیف کرنا بہتر ہے۔ کیونکہ بخدا ہم دشمنوں کے دلوں کو بھی تنگ کرنا نہیں چاہتے اور ہمارا خدا ہر جگہ ہمارے ساتھ ہے حضرت مسیح علیہ السلام کا قول ہے کہ نبی بے عزت نہیں مگر اپنے وطن میں لیکن مَیں کہتا ہوں کہ نہ صرف نبی بلکہ بجز اپنے وطن کے کوئی راستباز بھی دوسری جگہ ذلت نہیں اُٹھاتا اور اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے۔ ومن یھاجر فی سبیل اللّٰہ یجد فی الارض مراغمًا کثیرا وسعۃ[1] یعنے جو شخص اطاعت الٰہی میں اپنے وطن کو چھوڑے تو خدائے تعالیٰ کی زمین میں ایسے آرام گاہ پائیگا جن میں بلا حرج دینی خدمت بجا لا سکے سوائے ہم وطنوں ہم تمہیں عنقریب الوداع کہنے والے ہیں ؎

[1] نساء: ۱۰۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی

آج کل مذہبی تحریکوں کی ایک پُر جوش ہوا کے چلنے سے اُن کو بھی مناظرہ ومجادلہ کا خیال ہو گیا ہے جن کی کھوپری میں بجز بخاراتِ تعصّب وعناد کے اور کسی قسم کی لیاقت نہیں۔ یہ لوگ جب دیکھتے ہیں کہ ایک بندۂ خدا فضل ایزدی سے قوّت پاکر بدمذہبی اور بدعقیدگی کے دُور کرنے کے لئے کھڑا ہو گیا ہے اور تائیدِ ربّانی نے اُس کی تقریر اُس کی تحریر اُس کی زبان اُس کے بیان میں کچھ ایسی تاثیر و برکت رکھی ہے کہ وہ ایک تیز آگ کی طرح جھوٹ کو بھسم کرتی جاتی ہے تب ان کی جانوں پر لرزہ پڑتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ حق کا شعلہ ایسی ترقی پکڑ جائے کہ ہمارے ناپاک اصولوں اور عقیدوں کو جو مذہب کی بنیاد سمجھے جاتے ہیں بالکل نیست ونابود کر دے۔ تب یہ لوگ اوّل تو یہ سوچتے ہیں کہ کسی طرح گالیوں اور بدزبانیوں سے اُس سچے ریفارمر اور مصلح کا مُونہہ بند کیا جائے۔ اور جب پھر اُس پر کچھ اثر مترتب نہیں ہوتا تو پھر بہتانوں اور بیجا الزاموں سے یہ مطلب نکالنا چاہتے ہیں تا اگر وہ اپنے کام سے باز نہیں آتا تو لوگوں کو ہی اس پر بداعتقاد کریں اور اس طرح اس کی کارروائی میں خلل انداز ہو جائیں پھر اگر یہ تدبیر بھی بے سُود جاتی ہے تو آخر اُس کی جان پر حملہ کرتے ہیں اور صفحۂ تواریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہو گا کہ صدہا صدیق اور راستباز ایسے ہی کوردلوں کے ہاتھ سے تکالیفِ مذکورہ بالا اُٹھا کر آخر کسی نابکار کے ہاتھ سے شہادت

کے درجہ کو پہنچے اور جس کے اظہار جلال کے لئے بیڑا اُٹھایا تھا آخر اس کی راہ میں جان دے دی پس جس حالت میں قدیم سے جاہلوں کی یہ عادت چلی آئی ہے کہ جب وہ معقول باتوں سے ملزم اور لاجواب ہو جاتے ہیں تو آخر اُنہیں یہی تدبیر سوجھتی ہے کہ اُس شخص کو ہر قسم کا دُکھ اور تکلیف پہنچائیں یا اُس کی زندگی کا ہی خاتمہ کر دیں۔ اس صورت میں ہمیں حضرات آریوں پر جو ہماری نسبت ایسی ہی کارروائیاں کر رہے ہیں* کچھ افسوس نہیں کرنا چاہیئے بلکہ ہم ہریک قسم کا دُکھ اُٹھانے کو ہر وقت مستعد ہیں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ اس سے بڑھ کر دُنیا میں اور کوئی وسیلہ سعادت اندوزی کا نہیں۔ کہ گمراہوں کو عذاب الیم سے چھوڑانے کے لئے اپنے نفس کو مصیبتوں میں ڈالا جائے لیکن اگر ہمیں کچھ افسوس یا تعجب ہے تو بس یہی کہ اگر ہم بقول ان کے بالکل اُن کے مذہب سے بے خبر

* نوٹ جس شخص نے آریوں کی بدزبانی اور سخت کلامی ہماری نسبت سننی ہو وہ لیکھرام پشاوری کی تحریریں اور تقریریں سُنیں اور ۲۷ جولائی ۱۸۸۶ء کا اشتہار جو آریوں کی طرف سے مطبع چشمہ نور امرتسر میں ہماری نسبت چھپا ہے وہ دیکھے اور نیز ایک اشتہار اُن کا مسمّی بہ بیل نہ کودا کودی گون مطالعہ کرے۔ اور نیز وہ رسالہ آریوں کا جس کا عنوان یہ ہے کہ **سرمہ چشم آریہ کی حقیقت اور فن فریب غلام احمد کی کیفیت** ضرور اِس ہمارے رسالہ کے ساتھ دیکھنے کے لائق ہے۔ اس لیکھرام پشاوری کا ہر جگہ اور ہر جلسہ میں یہی طریق ہو رہا ہے کہ گند بکنا اور گالیاں دینا اور بہتان لگانا اس نے اپنی کتاب تکذیب براہین احمدیہ میں بہت سی توہین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کی لکھی ہے اور ایک گندہ نامعقول سے مقدس رسول کی زندگی کا مقابلہ کرنا چاہتا ہے مگر شکر ہے کہ آریہ درپن کے پرچوں اور اندرمن کے اشتہاروں اور پنڈت شیو نرائن صاحب کی پوست کندہ تحریروں نے اِس مقابلہ کی حاجت نہیں رہنے دی۔ ۲۷ جولائی ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں جو آریوں

اور اُمّی اور جاہل محض اور شہوات میں ڈوبے ہوئے ہیں تو ہماری نسبت اس قدر اُن کے دلوں کو
کیوں دھڑکا شروع ہو گیا کہ ہمارے قتل کی بھی فکر پڑ گئی کیا جو شخص ایسا نادان اور نفسِ امّارہ
کے پیچوں میں پھنسا ہوا ہے اس کے مارنے کے لئے بھی کوئی جلتا اور دانت پیستا ہے
پر سچ تو یہ ہے کہ جس قدر ہم نے اُن کے عقاید کی بیخ کنی کی ہے جس قدر ہم نے اُنکے ناراست
اصولوں کو اپنے پاؤں کے نیچے کچلا ہے۔ جس قدر ہم نے قرآنی صداقتوں کو اُن پر ظاہر کیا
ہے حقیقت میں یہ ایسی ہی کارروائی ہے جس سے ایک گرفتارِ دروغ بے فروغ کو ایسے
ایسے خیال اور جوش دل میں پیدا ہونے چاہئیں اور اگر ہم مر گئے یا کسی آریہ کے ہاتھ سے مارے
گئے تو اس سے ہمارا نقصان کیا ہے ہماری کامل اور پاک تحریریں ہمیشہ آریوں کے بد
خیالات کا استیصال کرتی رہیں گی۔ اور اگر ایک بھی ان میں سے راہ پر آگیا تب بھی ہم

کی طرف سے مطبع چشمہ نور میں چھپا ہے ہمیں موت کی بھی دھمکی دی گئی ہے۔ کہ تین سال کے
اندر اندر تمہارا خاتمہ ہو جائیگا اور پھر ایک خط جو تین دسمبر ۱۸۸۶ء کو ایک گمنام آریہ بن کر
کسی معلوم الحقیقت آریہ صاحب نے بصیغہ بیرنگ روانہ کیا ہے۔ اُس میں صاف صاف قتل
کر دینے کا اعلان ہے لیکن یہ معلوم نہیں کہ زہر خورانی یا کسی اور تجویز سے بہرحال کچھ اندر
ہی اندر اتفاق کر لیا گیا ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ خط کسی نادان مدرسہ کے لڑکے
سے لکھایا گیا ہے جس کا دستخط خراب ہے مگر عبارت ایسے طرز اور ڈھنگ کی ہے جو
۲۰ جولائی ۱۸۸۶ء کے اشتہار کی عبارت ہے لیکن یاد رہے کہ ہم حق کے اظہار میں
ایسے اعلانوں سے ہرگز نہیں ڈرتے۔ ایک جان کیا اگر ہماری ہزار جان ہو تو یہی خواہش
ہے کہ اس راہ میں فدا ہو جائے اور گو ہم جانتے ہیں کہ یہ تحریریں کن حضرات کی ہیں اور
کن اندرونی اور بیرونی سازشوں اور مشوروں اور باہم خط و کتابت کے بعد کسی قوی اُمید سے
کسی اسی جگہ کے بیہودہ اسکریوطی یا بگڑے ہوئے سکھ کی دم دہی سے جاری کئے
گئے ہیں مگر ہمیں کچھ ضرور نہیں کہ مجازی حکام کو اس کی اطلاع دیں کیونکہ جو کچھ یہ لوگ

اُس کا اجر پائیں گے۔ اس وقت ہم کو آریوں کے ذاتی اعمال پر ہرگز بحث نہیں بلکہ صرف یہ دکھانا منظور ہے۔ کہ کس قدر یہ لوگ جھوٹ سے پیار اور سچ سے بغض کر رہے ہیں۔ کوئی بھلا مانس ان میں سے خیال نہیں کرتا کہ اوّل اُن ویدوں کا میں درشن تو کروں۔ جن کی حمایت میں اس قدر مونہہ سے جھگ نکل رہی ہے ہم سچ سچ کہتے ہیں کہ اگر آریوں کے لائق ممبر بطور نمونہ رگوید کا ہی اُردو میں تحت اللفظ ترجمہ کرا کر ایک ایک نسخہ ان بے خبر آریوں کو دے دیں جو نادیدہ اُس پر عاشق ہو رہے ہیں تو سارا عشق ایک دم میں ٹھنڈا ہو جائے۔ اب ایک طرف تو یہ لوگ ان ترجموں کو نہیں دیکھتے جو بڑی کوشش اور محنت سے انگریزی اور اُردو میں کئے گئے ہیں اور محض جہالت سے ایسا خیال کر رہے ہیں کہ یہ تمام تراجم افترا اور جعلسازیاں اور دوسری

ہماری نسبت بد ارادے کر رہے ہیں ہمارے عالم حقیقی کو اُن کا علم پہلے ہی سے حاصل ہے ہم متعجب ہیں کہ ان کی ان تیزیوں کا باعث کیا ہے کیا رام سنگھ کے کوکوں کی رُوح تو اُن میں کہیں گھس نہیں آئی۔ اے آریو ہمیں قتل سے کیوں ڈراتے ہو ہم ان ناکارہ دھمکیوں سے ہرگز ڈرنے والے نہیں جھوٹ کی بیخ کنی ہم ضرور کریں گے اور تمہارے ویدوں کی حقیقت ذرہ ذرہ کر کے کھول دیں گے۔

نمی ترسیم از مُردن چنیں خوف اَز دل افگندیم	کہ ما مُردیم زاں روزے کہ دِل از غیر برکندیم
دل وجاں در رہِ آں دلستانِ خود فدا کردیم	اگر جاں ماز ما خواہد بصد دل آرزومندیم

صبر و شکیب تو ہمارا شعار ہے مگر ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ دیانندی فرقہ کی کس قدر خطرناک پالیسی ہے اور لاجواب ہونے کی حالت میں کیا عُمدہ تدبیر سوچ رکھی ہے کہ قتل کی دھمکی دیجائے یوں تو کون شخص ہے کہ ایک دن نہیں مرے گا مگر یہ لوگ خیال نہیں کرتے کہ ایسی دھمکیاں اُن لوگوں کے دِلوں پر کیا کارگر ہو سکتی ہیں جن کو کتاب الٰہی نے پہلے ہی سے یہ تعلیم دے رکھی ہے قُلْ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ[1] یعنے مخالفین کو کہدے

[1] الانعام : ۱۶۳

طرف سنسکرت پڑھنے کا مادہ نہیں رکھتے۔ سارا مدار لاف و گزاف پر۔ تین
بکائن اور لالہ جی باغ میں انصاف سے دیکھنا چاہیئے کہ مسلمان جس
پاک اور کامل کتاب پر ایمان لائے ہیں کس قدر اس مقدس کتاب کو انہوں
نے اپنے ضبط میں کر لیا ہے عموماً تمام مسلمان ایک حصہ کثیر قرآن شریف کا
حفظ رکھتے ہیں جس کو پنج وقت مساجد میں نماز کی حالت میں پڑھتے ہیں۔ ابھی بچہ
پانچ یا چھ برس کا ہوا جو قرآن شریف اس کے آگے رکھا گیا۔ لاکھوں آدمی ایسے
پاؤ گے جن کو سارا قرآن شریف اوّل سے آخر تک حفظ ہے اگر ایک حرف بھی
کسی جگہ سے پوچھو تو اگلی پچھلی عبارتیں سب پڑھ کر سنا دیں اور مردوں پر کیا
موقوف ہے ہزاروں عورتیں سارا قرآن شریف حفظ رکھتی ہیں۔ کسی شہر میں جا کر

کہیں جان کو دوست نہیں رکھتا میری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا خدا کیلئے ہے وہی خدا رخُدا
جس نے ہر یک چیز کو پیدا کیا ہے ہاں یہ دھمکیاں اُن دلوں پر کارگر ہو سکتی ہیں کہ جو خدا تعالیٰ کی
راہ میں جان دینا نہیں چاہتے کیونکہ اس کی طرح قدیم اور انادی اور غیر مخلوق بنے بیٹھے ہیں اور اسکو
اس قابل نہیں سمجھتے کہ اس حق گذاری کے لائق ہو اور جبکہ اُس سے انہیں پیار نہیں تو پھر اپنی زندگی
سے پیار کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے اس قسم کی ویدوں میں دُعائیں ہیں جیسے رگوید اشٹک اول میں یہ دُعا
ہے اے اگنی تو ایسا کر کہ ہم سو جاڑوں تک زندہ رہیں اور اپنے سارے دشمنوں کو مار ڈالیں۔
اور ان کا مال لُوٹ لیں۔ مگر جو لوگ پاک تعلیم کے اثر سے غیروں سے قطع تعلق کر کے احکام
الٰہی کے خادم ہو جاتے ہیں ان میں اس فانی زندگی کی نسبت خود ہی سرد مہری پیدا
ہو جاتی ہے۔ ہم اس جگہ تک تحریر کر چکے تھے کہ پرچہ دھرم جیون ۶ ر مارچ ۱۸۸۷ء پہنچا۔
اور اس کے پڑھنے سے معلوم ہوا کہ آریوں کی طرف سے ایک اعلان **پنڈت شونارائن**
صاحب کے قتل کے لئے بھی جاری کیا گیا ہے۔ اس سزائے موت کے لئے اُن کے

مساجد و مدارس اسلامیہ میں دیکھو صدہا لڑکوں اور لڑکیوں کو پاؤگے کہ قرآن شریف آگے رکھے ہیں اور با ترجمہ پڑھ رہے ہیں یا حفظ کر رہے ہیں اب سچ سچ کہو کہ اس کے مقابل پر وید کا کیا حال ہے اور خود ایماناً اپنے ہی کانشنس سے پوچھ کر دیکھو کہ وید کی حالت کو اس سے کیا نسبت ہے سو اس سے ہی تم سمجھ سکتے ہو کہ کس کتاب کے شامل حال نصرت الٰہی ہے اور کونسی کتاب اپنی تعلیموں میں شہرتِ تام پا چکی ہے یوں تو متعصبوں کا تعصب خدا ہی مٹاوے تو مٹ سکتا ہے لیکن غور کرنے والی طبیعتیں سمجھ سکتی ہیں کہ آجکل آریوں کی کارروائی وید کی نسبت چوروں کی طرح ہو رہی ہے نہ ویدوں کے ترجمے اُردو انگریزی میں آپ شائع کریں اور نہ شائع شدہ کو منظور رکھیں۔ بھلا میں پوچھتا ہوں کہ مثلاً اگر وہ ترجمہ رگ وید جو دہلی سوسائیٹی نے چھاپا ہے اور لاکھوں آدمیوں میں مشہور ہو چکا ہے صحیح نہیں ہے اور موجب فتنہ ہے تو

ﷺ تین قصور ہیں اول یہ کہ بڑی تحقیق اور دعوے سے انہوں نے پرچہ دھرم جیون میں کئی دفعہ یہ مضمون شائع کیا ہے کہ وید اُن کم فہم لوگوں کے خیالات ہیں کہ جو حقیقت میں آگ و سورج و پانی وغیرہ کو اپنا پرمیشر سمجھتے تھے اور ان کی عقل بھی اسی قدر تھی۔ دوسرے یہ جرم کہ انہوں نے اپنے اسی پرچہ میں یہ بھی شائع کر دیا کہ ویدوں میں لکھا ہے کہ اگر کسی عورت کے اولاد نہ ہو تو وہ ایک دوسرے شخص سے کہ جو دراصل اس کا خاوند نہیں ہے اولاد حاصل کرنے کے لئے صحبت کر سکتی ہے۔ اس عمل کا نام ویدوں میں نیوگ ہے اور لائق پنڈت دیانندجی اس عمل کے جاری رکھنے کے لئے ستیارتھ پرکاش میں آریوں کو بہت تاکید کرتے ہیں کہ اس طور پر اُن کی عورتیں ضرور اولاد حاصل کرتی رہیں۔ بے اولاد نہ رہیں۔ تیسرے یہ قصور کہ انہوں نے اپنے پرچہ دھرم جیون میں بحوالہ پرچہ آریہ درپن وغیرہ اور خود اپنی تحقیق کے رُو سے بیان کیا کہ دیانندجی ہندوؤں کے اوتاروں کو بُرا کہتے ہیں باوا نانک صاحب کا نام فریبی اور مکار اور ٹھگ رکھتے ہیں۔ مگر خود اُن کی ذاتی کرتوتیں ایسی ہیں کہ ان کی تمام زندگی میں دنیا طلبی ہی اُن کا اصول رہا جس سے کیا فریب ہی کیا یہاں تک کہ ماں اور باپ

کیا اس فتنہ کے فرو کرنے کی غرض سے آریوں کے لائق ممبروں پر واجب نہیں ہے کہ وہ بھی ایک تحت اللفظ ترجمہ اسی رگوید کا اُردو زبان میں شائع کردیں تا فیصلہ کرنے والے خود فیصلہ کرلیں کہ اِس پہلے ترجمہ میں کونسی خیانتیں اور تحریفیں ہوئی ہیں لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ آریہ لوگ ہرگز ایسا ترجمہ تحت اللفظ اُردو میں شائع نہیں کریں گے کیونکہ درحقیقت یہی لوگ پکّے خائن اور چور ہیں اور اپنے دلوں میں خوب سمجھتے ہیں کہ جس دن ہم نے اپنے ہاتھ سے عام طور پر اُردو میں ویدوں کے تحت اللفظ ترجمے شائع کر دیئے اُسی دن ہمارے ویدوں کی خیر نہیں اور ایسے اُڑ جائیں گے جیسے آگ لگ جانے سے سارا باروت خانہ اُڑ جاتا ہے اسی وجہ سے ان کو یہ بھی حوصلہ نہ پڑا کہ ستیارتھ پرکاش کا ہی اُردو میں ترجمہ کردیں چنانچہ ۱۱ مارچ ۱۸۹۵ء کے دھرم جیون میں لکھا ہے کہ بعض سادہ لوح آریوں

ھٰ بھی فریب جن کے نطفہ سے وجود لیا تھا عقل کے بھی ایسے موٹے کہ ایک بات پر کبھی قائم نہ رہے کبھی چار پستکوں کا نام وید رکھا اور کبھی اُسی زبان سے بائیس ۲۲ یا چوبیس وید بنا ڈالے کبھی اُن کے پرمیشر کو دنیا کی ہی خبر نہیں کہ کتنی ہے اور کبھی ایسا زود رنج کہ مکتی دیکر اور بڑے بڑے مقدّس رشی بنا کر پھر اُن کی تمام عزّت خاک میں ملاتا ہے اور کیڑے مکوڑے بناتا ہے۔ غرض دھرم جیون اور پرچہ برادر ہند میں ایسے ایسے بہت سے حملے مگر سچے دیانند پر کئے گئے تھے جس کی پاداش میں آج پنڈت شو نارائن بھی سزائے موت کے مستحق ٹھیرے غضب کی بات ہے کہ کوئی آریہ یہ خیال نہیں کرتا کہ جن قصوروں کا دیانند آپ ہی معترف ہے یا جو نالائق باتیں جیسے عمل **نیوگ** خود آپ ہی اُس نے ستیارتھ پرکاش میں لکھ کر اور ویدوں کے حوالے دیکر آریوں کی پاک دامن عورتوں کو دوسروں کے ساتھ خراب کرنا چاہا ہے ان باتوں میں پنڈت شو نارائن کا کیا قصور ہے یہ تو وید کا قصور ہے جس میں ایسی ایسی پاک تعلیمیں بھی موجود ہیں اور یا دیانند کا قصور جس نے نادانی سے ایسے نازک مسائل ستیارتھ پرکاش میں درج کردیئے اور ویدوں کے مقدّس ہونیکا نقارہ بجا کر نمونہ دکھلا دیا۔ منہ

نے ترجمہ کے لئے اصرار بھی کیا مگر لائق ممبروں کی طرف سے جواب ملا کہ مصلحت نہیں ہاں پنڈت شونارائن صاحب اگنی ہوتری نے عہد کیا ہے کہ اس متبرک کتاب کا ہم ترجمہ کریں گے۔ افسوس کہ آریوں میں ایسے آدمی بہت ہی تھوڑے ہیں جو اپنی گانٹھ کی عقل رکھتے ہوں۔ لاکھوں آدمیوں کی شہادت چھوڑ کر ایک دیانند پر مرے جاتے ہیں۔
اَب ہم اِس قصّہ کو مختصر کر کے ایک نئی کتاب کے ماہ بماہ نکلنے کی بشارت دیں گے اور اُسی کے ضمن میں آریوں کے اُس رسالہ کا ردّ لکھا جائے گا جس کا نام اُنہوں نے سُرمہ چشم آریہ کی حقیقت رکھا ہے۔ ہرچند ایسے لغویات کے لئے اپنے بیش قیمت اور عزیز وقت کو کھونا شاید بعضوں کی نظر میں لاحاصل معلوم ہوگا مگر ہم نے صرف چار یا پانچ گھنٹے اپنے پیارے وقت کے اس مختصر رسالہ کے لکھنے میں صَرف کئے ہیں اور وُہ بھی اس لئے کہ نابے خیر ہندو زادے اور سادہ لوح مع بچے ہماری خاموشی کو اِس بات پر حمل نہ کرلیں کہ اُن کا پُرعفونت رسالہ کچھ حیثیت رکھتا ہے اور چونکہ ہمارے اس رسالہ میں اُن کی بیجا نکتہ چینیوں پر تنبیہ کا تازیانہ جڑنا اور الزام اور ملامت کا ہنٹر تاڑ تاڑ مارنا قرینِ مصلحت سمجھا گیا ہے اس لئے اس رسالہ کا نام بھی شحنہ حق رکھا گیا۔ کیونکہ یہ رسالہ آریوں کے آوارہ طبع لوگوں کے سیدھا کرنے کے لئے شحنہ کا حکم رکھتا ہے۔ اور ظریفانہ طور پر اس رسالہ کا ایک اور نام بھی رکھا گیا ہے اور وُہ یہ ہے۔

آریوں کی کسی قدر خدمت

اُن کے ویدوں اور نکتہ چینیوں کی کچھ ماہیّت

فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدَانَا لِھٰذَا ھُوَ مَوْلَانَا وَنَاصِرُنَا فِیْ کُلِّ مَوْطِنٍ وَلَا مَوْلٰی لِلْکَافِرِیْنَ۔

چہ شیرِ شرزۂ قرآں نمایدرو بغرّیدن
دگرآنجا نماند رُو بۂ ناچیز را غوغا

اِشتہار

رسالۂ ماہواری

قرآنی طاقتوں کا جلوہ گاہ

جو جون ۱۸۸۷ء کی بیسویں تاریخ سے ماہ بماہ نکلا کرے گا۔

جب تک میں نے آریہ صاحبوں کا وہ رسالہ نہیں دیکھا تھا جس کا نام ہے۔ سُرمہ چشم آریہ کی حقیقت اور فن اور فریب غلام احمد کی کیفیت۔ تب تک مجھے اِس طرف ذرّہ بھی توجہ نہیں تھی کہ میں کوئی ماہواری رسالہ قرآنی علوم اور صداقتوں کا

مٹ

اِس غرض سے نکالوں کہ تا اگر کوئی آریہ ویدوں کو کچھ حقیقت سمجھتا ہو تو قرآنی صداقتوں سے اُس کا مقابلہ کرکے دکھلاوے۔ مگر سُبحان اللہ کیا حکمت و قدرت الٰہی ہے کہ اُس نے بعض بداندیشوں کو اِس خیرِ محض کا سبب بنادیا تا دُنیا کو قرآنی شعاعوں سے منوّر کرے اور تیرہ طینتوں پر اُن کی کورباطنی ظاہر کرے سو جس رسالہ کا نام میں نے عنوان میں لکھ دیا ہے یعنی قرآنی طاقتوں کا جلوہ گاہ یہ وہی مومنین کا دوست صادق ہے جس کے قدوم میمنت لزوم کا اصل موجب دشمن ہی ہوئے ورنہ خدائے کریم علیم ہے کہ اس سے پہلے میں جانتا بھی نہیں تھا کہ ایسے رسالہ ماہواری کے نکالنے کی خدمت بھی مجھ سے ظہور میں آئے گی اب تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جب ارادہ الٰہی اس بات کی طرف متعلق ہُوا کہ کوئی ایسا رسالہ ماہواری نکالا جائے کہ جو قرآنی طاقتوں اور صداقتوں کو ہر یک مہینہ میں دکھلا کر ویدوں سے بھی ایسے ہی علوم و معارف کا مطالبہ کرے اور اس طور سے ویدوں کی ذاتی لیاقت کی کیفیت ہر یک پر بخوبی کھول دے اور قرآن شریف کی عظمت اور وقعت ہر یک منصف پر ظاہر کرے۔ تو اس حکیم مطلق نے مصلحت عام کے لئے یہ تقریب قائم کی بعض آریہ صاحبوں نے ایک اشتہار بصورت رسالہ بماہ فروری ۱۸۸۶ء چشمہ نور امرتسر میں چھپوایا اور اس میں بڑے زور سے انہیں امور کیلئے جو ہم اُوپر بیان کر آئے ہیں تحریک کی معلوم ہوتا ہے کہ اِس اشتہار کا راقم باہتمام صرف پنڈت لیکھرام پشاوری ہی نہیں ہے بلکہ اصل بانی مبانی اسکے آریہ صاحبوں کے کئی شریف اور فرشتہ خوا در سنگو اسی قصبہ قادیان کے رہنے والے ہیں جن میں ایک کیسوں والا آریہ بھی ہے اور اصل املا انکی اس رسالہ کا آرین تہذیب کے موافق ایک اَور شیرین زبان پاکیزہ بیان آریہ نے درست کیا ہے جو شاید نابھہ کی ریاست میں نوکر ہے بہرحال یہ رسالہ آریوں کا ان لوگوں کی طرف سے ہے جنہوں نے بغرض مقابلہ وید و قرآن ایک ایسے رسالہ کی تالیف کے لئے ہم سے درخواست کی ہے جو قرآنی علوم اور حقائق کو بیان کرنیوالا ہو اور درخواست بھی اُن شُستہ اور پُر تہذیب الفاظ سے جس کا ہر یک

لفظ اُن کی شرافتِ ذاتی اور طہارت باطنی اور حق گوئی پر دلالت کر رہا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ اوّل تو مرزا کو اس کام کا ارادہ ہی وہم وخیال ہے کیونکہ وہ ہندوؤں کے ساتھ بحث مباحثہ کا نام لینے کے بھی لائق نہیں کتب مذہبی سے بے بہرہ محض ہے حتّٰی کہ حرف شناسی سے بھی محروم مُطلق ہے پھر اگر شرمے شرمائے اس کام کو شروع کریگا تو آخر نیچا دیکھے گا۔ صرف آیاتِ قرآنی سے اپنا مُدعا ثابت کرکے دکھلاوے ورنہ ہم خوب بنائیں گے۔ قرآن سے ہرگز کوئی بات علم کی برآمد نہیں ہوگی۔ اور جہلاء عرب کو علم سے کام ہی کیا تھا ؏ اور تمام جہان میں جو علم ظاہر ہُوا وُہ ویدا قدس کی بدولت ہے۔ مرزا کو ہم علانیہ متنبہ کرتے ہیں کہ بیشک وُہ رسالہ موعودہ تیار کرے اگر کریگا تو نیچا دیکھے گا۔ ہم خوب بنائیں گے ہم مرزا سے کوئی شرط نہیں کرتے کیونکہ اس کا مالِ حرام ہمارے کس کام کا ہے وُہ دغا وفریب سے جمع کیا گیا ہے اور مرزا چاروں طرف سے قرضدار ہے اور کوڑی کوڑی سے لاچار اور جائیداد بھی سب فروخت ہوگئی۔ مرزا کے دل پر جہالت کا پَردہ ہے اور نیز وہ بڑا مفلس ہے زمین بھی بِک گئی دیکھو قرضداری اور ناداری کے ثبوت میں اُس کے دو خط ہیں جو کسی ہندو کے نام لکھے تھے کھیوٹ بندوبست کے حصّہ کشی سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ اس کے فقط ساٹھ گھماؤں زمین ہے بڑا فریبی ہے قُرآن قُرآن لئے پھرتا ہے قُرآن سے تو یہ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ خُدا جسم وجسمانی نہیں مرزا تو کیا چیز کوئی محمّدی عالم بھی ثابت نہیں کرسکتا جس

صہ

؏ نوٹ یہ لفظ اس نے ہمارے سیّد و مولیٰ نبی صلے اللہ علیہ وسلّم کی نسبت استعمال کیا ہے اور ایسی بے ادبی کے الفاظ اور بھی بہت سے ہیں جو ہم نے لکھنے چھوڑ دیئے ہیں۔ منہ

قرآن کا یہ حال ہے تو پھر اُس میں علم کیا ہو فقط۔ یہ پاکیزہ الفاظ ہیں جن میں سے ہم نے
کچھ کم درجہ کے سنگین لفظ چھانٹ کر خلاصہ کے طور پر اس جگہ درج کئے ہیں لیکن
ہم اس بچوں کی سی سمجھ اور سادہ لوحی پر جو بہت سے غصہ اور اشتعال کے ساتھ
ملا کر ظاہر کی گئی ہے ہنسیں یا روویں حقیقت میں ہندو لوگ دُنیا کے کمانے میں
گو کیسے ہی چتر اور ہوشیار ہوں مگر دین کے بارے میں بہت ہی ابلہ اور بے مغز
ہیں اور اس کے ساتھ خیانت کی بھی وہی عادت چلی آتی ہے جیسے نون مرچ کے بیچنے
اور تولنے میں بچپن سے رکھتے ہیں۔ ناحق نادانی اور بے سمجھی کی راہ سے آپ ہی
ایک بات کہکر دانشمندوں پر ثابت کرا دیتے ہیں کہ کس قدر دماغ اُن کا علمی روشنی سے
بھرا ہوا ہے اور کس قدر معلومات ان کے وسیع ہیں واہ واہ کیا خوب سمجھ ہے اسی سمجھ پر
تو یہ ٹھٹھا کرانے والا اعتراض پیش کر دیا کہ قرآن خدائے تعالیٰ کو جسم اور جسمانی قرار دیتا
ہے اور اس میں کوئی آیت تنزیہ کی نہیں۔ کاش اِن حضرات نے قرآنِ شریف کا ایک
ورق ہی کسی سے پڑھ لیا ہوتا پھر اعتراض کے لئے پیش قدمی کرتے۔ بھلا
جو شخص ایک حرف بھی قرآن شریف کا صحیح طور پر نہیں پڑھ سکتا اور نہ کسی اسلامی
کتاب میں کوئی ایسا اقرار اس نے دیکھا ہے جس پر اعتراض جم سکے تو کیا ایسے
شخص کو یہ منصب پہنچتا ہے جو یونہی اعتراض کے لئے دس گز کی زبان نکالے۔
ہم وعدہ کرتے ہیں کہ رسالہ قرآنی طاقتوں کے جلوہ گاہ میں پہلے اسی بحث
کو چھیڑیں گے کہ خدائے تعالیٰ کی پاک اور کامل صفتیں اور اس کی خدائی کی خاصیتیں اور
قدرتیں (جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ جسم اور جسمانی ہونے سے منزہ ہے) کس
کتاب میں صحیح اور کامل طور پر پائی جاتی ہیں آیا وید میں یا قرآن میں۔ اور پھر

ص ۹

بحوالۂ آیات بیّنات قرآنی ثبوت پیش کرکے لالہ صاحب کے وید سے بھی ایسے ہی ثبوت کا مطالبہ ہوگا۔ تب معلوم نہیں کہ مصرحی کس سوراخ میں چھپتے پھریں گے۔ کوئی پڑھے تو اُسے معلوم ہو کہ قرآن شریف ربانی صفات کے بیان کرنے میں اور اُنہیں جسم اور جسمانی چیزوں سے ممیز اور ممتاز ٹھیرانے میں ایسا بے مثل و مانند ہے کہ یہ روشن بیان کسی دوسری کتاب میں ہرگز پایا جاتا ہی نہیں۔ ہاں یہ سچ ہے کہ کلام الٰہی کا پڑھنا اور سمجھنا ہر یک بُزِ اخفش کا کام نہیں کچھ تو تمیز چاہیئے ذرا کھرا پنچ بن کر رائے دینے والا نہ بن بیٹھے۔ بھلا ہم تم سے ہی انصاف چاہتے ہیں کہ جو شخص ایک موّاج دریا کی نسبت یہ رائے ظاہر کرے کہ اُس میں ایک قطرہ پانی کا بھی نہیں ایسے شخص کا کیا نام رکھنا چاہیئے۔ اندھا یا سوجا کھا افسوس کہ آریہ لوگ رگوید کی اُن شرتیوں کو نہیں پڑھتے جن میں اِندر کو خدا بنا کر پھر سوم کا عرق اُس کے حلق میں ڈالا گیا ہے اور اگنی کو پرمیشر قرار دے کر دھوئیں کی جھنڈی اُس کے سر پر رکھی گئی ہے اور پھر اسی پر بس نہیں بلکہ رگوید سنھتا اشتک اوّل میں اندر پرمیشر کو کوسیکا رشی کا پوتر بھی بنا دیا گیا ہے جس کے گھر اِندر نے آپ ہی جنم لے لیا تھا اور پھر اتنے پر بھی کفایت نہیں بلکہ اسی اشتک میں پرمیشر کے پرمیشر پن کا یاں تک ستیاناس کیا گیا ہے کہ اس کی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ وہ جوان بھی ہوتا ہے اور بُوڑھا بھی اور سوم کا رس پیتے پیتے سمندر کی مانند اُس کا پیٹ ہو جاتا ہے اور اگنی پرمیشر کی نسبت لکھا ہے کہ دو لکڑیوں کے رگڑنے سے پیدا ہوتی ہے اور اس کے والدین بھی ہیں۔ غرض کہاں تک ہم اپنے کاغذات کو سیاہ کریں۔ جن لوگوں کا پرمیشر اس قدر جسم اور جسمانی صفات میں بلکہ آفات

میں ڈوبا ہُوا ہو وہ قُرآن شریف پر اعتراض کریں۔ کیا یہ افسوس کا مقام ہے یا نہیں۔ ہمیں اُن کی سخت کلامی کا تو کچھ بھی رنج نہیں اور نہ کرنا چاہیئے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اگر کسی پر دس روپیہ کی ڈگری بھی کسی عدالت سے ہوجاتی ہے تو وُہ اپنی بد باطنی سے اپنے گھر تک اُس حاکم کو بُرا بھلا کہتا چلا آتا ہے پس جبکہ ادنیٰ خلاف طبع بات پر جاہلوں کے جوش کا یہ حال ہے تو پھر ہم جو اُن کی بدمذہبی کی بیخ کنی کر رہے ہیں ہم کو اگر بُرا نہ کہیں تو اور کس کو کہیں۔ اور نیز جبکہ انہوں نے اپنے مشہور بزرگوں راجہ رام چندر صاحب اور راجہ سری کرشن صاحب کو جو سرآمد بزرگان ہنود ہیں۔ جن کی شہرت کے آگے وید کے رشیوں کا کچھ بھی وجود اور نمود نہیں علانیہ بُرا بلکہ آریہ گزٹ ۱۸۸۷ء میں جس کا ثبوت ہم رکھتے ہیں کتنے بیتوں میں گندیاں گالیاں دیں۔ اور ایسا ہی دیانند نے اپنی ستیارتھ پرکاش میں صفحہ ۳۵۶ میں باوا نانک صاحب کا نام فریبی اور مکار رکھا۔ٌ تو پھر ایسے لوگوں پر ہمیں کچھ بھی افسوس نہیں کرنا چاہیئے۔ وجہ یہ کہ جب کہ یہ لوگ جن میں سے بعض نے بڑے بڑے کیس بھی سر پر رکھ چھوڑے ہیں اور کشن سنگھ اور بشن سنگھ و نرائن سنگھ نام رکھ لیا ہے خود اپنے گورو کو ہی یہ انعام دیتے ہیں تو پھر دُوسری جگہوں میں یہ کب چوکنے والی آسامی ہیں۔ جنہوں نے چیلا ہو کر اپنے پُرانے پیشواؤں کو یہ خلعت دی کہ وُہ ٹھگ اور فریبی ہیں تو وُہ دُوسروں سے کس

منہ

داف باطنی سے پیش آئیں گے اور جبکہ اپنے مرشد کی ہی پگڑی اتارنے لگے تو غیروں

ٌ فٹ نوٹ اس بے ادبی کا ذکر پرچہ دھرم جیون ۶ مارچ ۱۸۸۸ء میں بھی موجود ہے کہ ستیارتھ پرکاش میں بڑے لائق دیانند جی نے باوا نانک صاحب کو مکار کہا ہے۔ منہ

کی عزت کا انہیں کیا پاس ہوگا۔ ان کے حق میں یہ شعر کیا ہی خوب صادق آتا ہے۔
تو بدوستاں چہ کردی کہ کنی بدیگراں ہم۔ حقا کہ واجب آمد ز تو
احتراز کردن۔ سو ہمیں ان لوگوں کی توہین کی باتوں پر تو کچھ خیال نہیں اور
نہ کچھ افسوس۔ لیکن اتنا ضرور ہے کہ جب کوئی نادان ہو کر دانائی کا دعوے
کرے۔ اور جاہل ہو کر عالم ہونے کا دم مارے۔ اور دروغگو ہو کر راست گو بن
بیٹھے اور چور ہو کر اُلٹا کوتوال کو ڈانٹے تو ایسا شخص ہریک کو بُرا معلوم ہوتا ہے،
اور علےٰ ہذالقیاس ہم کو بھی۔ رہی یہ بات کہ اُن کی عقلِ عجیب کے نزدیک
قرآنِ شریف علمِ الٰہی سے خالی اور وید علوم و معارف سے بھرا ہوا ہے۔
تو اس کا فیصلہ تو خود مقابلہ و موازنہ سے ہو جائے گا۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے۔ ہم
خود منتظر تھے کہ ایسا فیصلہ جلد تر ہو جائے۔ سو آریہ صاحبوں نے اسکے لئے آپ ہی
سلسلہ جنبانی کی۔ پس ہم ان کی اس تحریک اور سلسلہ جنبانی کو بہ تمامتر شکر گزاری
قبول کرتے ہیں۔ اور انہیں بشارت دیتے ہیں کہ انشاء اللہ ہم بفضلِ خدا و توفیق ایزدی
جون ۱۸۸۰ء کے مہینے سے برطبق درخواست ان کے ایسا رسالہ ماہواری شائع کرنا شروع
کر دیں گے۔ لیکن ساتھ ہی ہم باادب عرض کرتے ہیں کہ جب وہ رسالہ یعنی قرآنی
طاقتوں کا جلوہ گاہ شائع ہونا شروع ہو تو پھر لالہ صاحبان مقابلہ سے کہیں
بھاگ نہ جائیں اور اپنے وید کی حمایت کرنے کو تیار رہیں۔ ہم یہ تو جانتے ہیں
کہ آج کل ہمارے ہم وطن آریوں کو جس قدر ویدوں کی نسبت جوش و خروش ہے
وہ دراصل ایک ہی شخص کی لاف زنی کی بنا پر ہے کہ جو اس دُنیا سے گذر بھی گیا۔
ورنہ ان کی نسبت تو یہی مثال ٹھیک ہے کہ دیکھا نہ بھالا صدقے گئی خالا

لیکن تاہم عام لوگوں پر ثابت کر دکھانا ہمارا فرض ہے کہ وید صرف اُس زمانہ کے موٹے اور پست خیالات ہیں کہ جب آریوں میں ہنوز مخلوق اور خالق میں تمیز کرنے کا مادہ پیدا نہیں ہوا تھا اور عناصر اور اجرام سماوی کو خدائے تعالیٰ کی جگہ دی گئی تھی۔ چنانچہ رگوید کے شاعروں کے وہ سب پُرجوش شعر جن میں اندر و اگنی وغیرہ سے بہت سی گوئیں اور گھوڑے اور لوٹ کا مال مانگا گیا اس بیان پر شاہد ہیں برخلاف اس کے قرآن شریف ایسا علوم و معارف و کمالات ظاہری و باطنی پر حاوی ہے کہ صریح حد بشریت سے بڑھا ہوا ہے اور بہ بداہت معلوم ہوتا ہے کہ جس قدر اس نے حقائق و دقائق کو ایک بے مثل بلاغت و فصاحت میں بیان کیا ہے اور پھر بالتزام ایسے بلیغ و فصیح بیان کے تمام دینی صداقتوں پر ایک دائرہ کی طرح محیط ہو گیا ہے حقیقت میں یہ ایسا کام ہے جس کو معجزہ کہنا چاہیئے کیونکہ یہ انسانی طاقتوں سے ماورا اور بشری قوتوں سے بالاتر ہے۔ بالآخر ہم یہ بھی مناسب سمجھتے ہیں کہ آریہ صاحبوں کے نوجوان صاحبزادوں نے جس قدر ہمارے اور ہمارے دوستوں کے سوشیل اُمور اور اسلامی فضائل و قرآنی حقائق میں اپنی عادت کے موافق بے اصل اور بیہودہ نکتہ چینیاں کی ہیں ان کا الگ الگ جواب برعایت اختصار ذیل میں دیا جائے سو وہ یہ ہے۔

قولہٗ۔ مرزا ہماری کُتب مذہب سے محض بے بہرہ ہے۔

اقول۔ میں کہتا ہوں کہ اگر یہی حال ہے تو ایسے بے بہرہ محض کے آگے کیوں تم ایک دم کے لئے بھی نہیں ٹھہر سکتے اور اُس چڑیا کی طرح جو باز سے ڈر کر چوہے کے سوراخ میں گھس جاتی ہے کیوں اِدھر اُدھر چھپتے اور بھاگتے پھرتے ہو اس کی کیا وجہ ہے۔ کیا سرمہ چشم آریہ نے آپ کے مذہب کا کچھ باقی بھی چھوڑا؟ کیا ٹھیک ٹھیک گت

بنانے میں کچھ کسر بھی رکھی؟ پس اس سے سمجھ لو کہ اگر ہم آپ کے گھر کے بھیدی نہیں تھے تو پھر کیونکر ہم نے وید کے چھپے ہوئے عیبوں کو کھول کر رکھ دیا۔ اور اگر ہم پورے پورے بھیدی نہیں ہیں تو کیونکر ہم نے کئی جزیں ویدوں کی براہین احمدیہ میں نقل کر دیں اور کیونکر سُرمہ چشم آریہ میں وہ کاری زخم آپ لوگوں کو پہونچا دیا جس کا ابھی تک کچھ جواب بن نہ آیا۔ اب چھ مہینے کے بعد جواب نکلا تو یہ نکلا جس میں بجز بدزبانی اور افترا بیانی کے اور خاک بھی نہیں۔ انتظار کرتے کرتے ہم تھک بھی گئے کہ کونسا لطیف اور مغز دار جواب آتا ہے۔ آخر آپ کے مرتبان میں سے صرف ایک مکھی نکلی کیا جواب دینا اور ردّ لکھنا اسی کو کہتے ہیں۔ بھلا کوئی مُنصف ہندو ہی آپ لوگوں کے رسالہ کو پڑھ کر دیکھے اور پھر حلفاً بیان کرے کہ ہمارے رسالہ سُرمہ چشم آریہ کا ایک نقطہ یا شعشہ بھی اس خس و خاشاک سے زوال پذیر ہوا ہے اور اگر کہو کہ تمہیں سنسکرت کی زبان کی واقفیت نہیں تو میں کہتا ہوں کہ جس حالت میں دیانندی وید بازاروں میں چار چار آنہ کو خراب ہوتے پھرتے ہیں اور آپ کا وید اُردو میں ترجمہ بھی ہو چکا ہے اور ایسا ہی انگریزی میں بھی چھپ گیا اور خود دیانند نے بھی جابجا وید کے عقائد اور اصول کو کھولکر سنا دیا بلکہ ایک کافی حصہ وید بھاش کا عام فہم عبارت اُردو بھاشا میں چھپ بھی گیا ایسا ہی کئی دوسرے رسالے بھی آریہ مت کے عقائد کے بارے میں صاف صاف طور پر قلمبند ہو کر اُردو زبان میں شائع ہو گئے اور زبانی لکچروں میں بھی ان کے لائق ممبروں نے ہر یک جگہ اپنے اُصولوں اور عقیدوں کی اشاعت کی تو کیا اب بھی ہماری واقفیت میں کچھ کسر رہ گئی اور کیا ابھی تک ہم یہی خیال کیا کریں کہ ویدوں کے اُصول اور عقائد کی گٹھری کسی برہمن کی اندھیری کوٹھری میں بہت سی خاک کے نیچے دبی پڑی ہے جس تک کسی ڈھب

اور کسی تدبیر سے ہماری دسترس ممکن ہی نہیں۔ کیا تمہیں دیانند کی کتابوں اور اُن کے زبانی لکچروں اور اُن کے تحریری مباحثہ پر بھی اعتبار نہیں۔ کیا وہ لوگ بالکل جھوٹے ہی ہیں جنہوں نے صدہا روپیہ سرکار انگریزی سے ویدوں کا اُردو و انگریزی ترجمہ کرنے میں پایا ہے۔ پھر جب واقفیت حاصل کرنے کے لئے اِس قدر سامان اور کتابیں ہمارے پاس موجود ہیں اور وید اور ویدوں کے بھاش اور دیانندی ستیارتھ پرکاش وغیرہ کتابیں ہماری الماریوں میں رکھی پڑی ہیں۔ اور زبانی مناظرات میں بھی ہماری عمر گذر گئی ہے تو کیا اب تک ہم آپ لوگوں کے گھر سے ناواقف ہیں۔ پھر جب اِس قدر ہمارے وسیع معلومات ہیں تو ایک سنسکرت اگر نہیں تو نہیں سہی اور خود باوجود اس درجہ کے وسعت معلومات کے جو سالہا سال کا ذخیرہ ہے اِس کاگ بھاشا کی ضرورت ہی کیا ہے۔

قولہٗ۔ مرزا کوڑی کوڑی سے لاچار اور قرضدار ہے۔

اقول۔ اس جگہ ہمیں حیرت ہے کہ لالہ صاحبوں کو ہمارے قرض کی کیوں فکر پڑ گئی۔ اگر وہ سُرمہ چشم آریہ کا ردّ لکھکر دکھلاتے اور پھر منشی جیون داس صاحب اُس ردّ کی صحت وکمالیت پر قسم کھانے کو تیار ہو جاتے۔ تب اگر ہم اُس جلسہ قسم میں حسب وعدہ خود پانسو روپیہ نقد پیش کرنے سے عاجز رہ جاتے تو ایسے اعتراضوں کا محل بھی ہوتا۔ مگر اب تو ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہماری حیثیت خانگی کے بارے میں اِس راقم وزدمنش کو جس نے ہمارے مقابل پر کبھی اپنا نام بھی ظاہر نہیں کیا کیوں اتنے تفکرات پیدا ہو گئے یہاں تک کہ بندوبست کے کھیوٹ میں ہماری زمین تلاش کرتا پھرتا ہے۔ اور اپنی بدقسمتی سے اُس تلاش میں بھی غلطی پر غلطی کھاتا ہے اور سراسر

خلاف واقعہ بیان کرتا ہے سو ہمیں بڑی حیرت ہے کہ اس قدر دھڑکا اس کے دل کو کیوں پیدا ہو گیا اور اس حرکت بیجا کا باعث کیا ہے۔ ہمارے اس ملک میں جو ایک قوم ہندو جٹ ہیں جن میں سے بعض سرپرکیس بھی رکھا کرتے ہیں میں نے معتبر ذریعہ سے سُنا ہے کہ اکثر اُن کی یہ عادت ہے کہ جب وہ اپنی دُختر کا ناطہ کسی جگہ کرنا چاہتے ہیں تو پہلے چپکے چپکے اس گاؤں میں چلے جاتے ہیں جس جگہ اپنی دختر کی نسبت کرنا اُن کا ارادہ ہوتا ہے تب اس گاؤں میں پہونچکر نہایت تحقیق و تفتیش کی غرض سے پٹواری کی کھیوٹ اور گرداوری اور روزنامہ سے اور نیز دوسرے طریقوں سے بھی دریافت کر لیتے ہیں کہ اس شخص کی زمین کتنی ہے اور سال تمام کی آمدنی کس قدر ہے اور شریکوں میں اس کا حصّہ کیا ہے تب اس تمام جانچ اور پڑتال کے بعد اپنی دختر یعنی لڑکی اس کو دے دیتے ہیں لیکن اس جگہ تو اِن اُمور میں سے کوئی بات بھی نہیں تھی۔ ہاں اگر کوئی ہمارے الہامی اشتہارات کے مقابل پر آتا تو اس کا حق تھا کہ پہلے اپنی تسلی کر لیتا۔ بلکہ بینک میں روپیہ جمع کرانے کے لئے ہمیں مجبور کرتا پھر اگر ہم روپیہ جمع نہ کرا سکتے تو جو چاہتا ہم پر الزام لگاتا لیکن ہمارے مقابلہ کے لئے تو کسی نے اس طرف رُخ بھی نہ کیا اور ایسے بھاگے کہ جیسے سِکھ انگریزوں سے شکست کھا کر دریا میں ڈوب ڈوب کر مرے تھے۔ تو کیا اب بیہودہ باتیں بنانا حیا اور شرم کا کام ہے کیا ہم نے منشی اندرمن مرادآبادی کے لئے چوبیس سو روپیہ نہیں بھیجا تھا۔ جس سے لالہ صاحب روپوش ہو کر اب تک نظر نہ آئے کہ کہاں ہیں۔

قولہ۔ جان محمد امام مسجد قادیان کو مرزا نے کہا کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ تم اپنے لڑکے

کی قبر کھود دیعنے اب وہ مریگا حالانکہ وہ نہیں مرا۔

اقول۔ اس افترا کا جواب یہی کافی ہے کہ لعنت اللہ علے الکاذبین۔ اور اگر اور بھی کچھ ثبوت چاہو تو یہاں جان محمد صاحب کی دستخطی تحریر حاشیہ میں موجود ہے ✠ اس کو ذرا آنکھ کھول کر پڑھ لو اور دروغ بے فروغ کی ندامتوں کا کچھ مزہ اٹھاؤ اور اگر کچھ شرم حیا ہے تو قادیان میں ایک جلسہ کر کے اُس ہندو کو ہمارے سامنے کرو۔ جس نے یہ بے بنیاد قصہ لکھکر بھیجا ہے کیونکہ اس قدر افترا محض کا تصفیہ بالمواجہ خوب ہو جائے گا۔ اور ہم اسی جلسۂ عام میں اس ہندو کو کوئی ایسی قسم دینگے جو اُس پر مؤثر ہو سکے اور اس طرح پر جو جھوٹا ہو اس کی قلعی کھل جائے گی۔ لیکن صرف بیہودہ تحریروں سے اُس مفتری ہندو کا نام لینا کافی نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ تجربہ ہو چکا ہے کہ اس جگہ کے ہندوؤں پر جو تحریروں کے ذریعہ سے الزام لگایا جاتا ہے پیچھے سے وہ کانوں پر ہاتھ دھرتے ہیں کہ ہمیں اُس کی خبر بھی نہیں۔ چنانچہ نظیر میں وہ اشتہار کافی ہے جس میں لکھا تھا کہ گویا لالہ شرم پت کہتا ہے کہ میں مرزا کے دعوے الہامات کو سراسر مکر و فریب سمجھتا ہوں اور میں اُنکے کسی الہام اور پیشگوئی

✠ حاشیہ یہ بہتان کہ گویا مرزا صاحب نے یہ کہا کہ درحقیقت تمہارے لڑکے کے لئے مجھے الہام ہوا کہ تم اس کی قبر کھود سراسر افترا ہے جس کی کچھ بھی اصلیت نہیں اور میں جانتا ہوں کہ یہ اُن نااہل لوگوں کی گھڑت ہے کہ جو نہ خدا کی لعنت اور نہ خلقت کی لعنت سے ڈرتے ہیں۔ کیا خوب ہو کہ ایک جلسہ ہو کر ایسا شخص میرے رُوبرو کیا جائے تا میں بھی آنکھو ٹھا کر پوچھ لوں کہ اے بھلے مانس کب تیرے رُوبرو مرزا صاحب نے ایسا الہام مجھ کو سُنایا تھا۔

العبد خاکسار جان محمد امام مسجد قادیان

کاگواہ نہیں ہوں حالانکہ ہمارے پوچھنے پر لالہ شرم پت اس تحریر کے شائع کرنے اور
ایسے اشتہار کے لکھنے سے سراسر انکاری ہے اور قسم کھا کر کہتا ہے کہ مجھے اس کی اطلاع
بھی نہیں بلکہ اس سے پہلے کئی دفعہ ہمارے رُوبرو اپنی مستعدی ظاہر کر چکا ہے کہ
اُن الہامی پیش گوئیوں کو جن کا وہ گواہ ہے عام طور پر شائع کرے اور ایک دفعہ
لیکھ رام پشاوری قادیاں میں آکر بہت کچھ اس کو بہکاتا رہا کہ شہادت الہامات سے
انکار کرنا چاہیئے مگر وہ دروغ صریح سے نفرت کر کے اُس کے پیچ میں نہ آیا۔ اور
اب بھی اگر جلسۂ عام میں قسم دے کر اُس کو پوچھا جائے تو صفائی سے وُہ بیان
کر سکتا ہے کہ دیانند کے مرنے کی خبر کئی دن پیش از موت اُسے بتلائی گئی تھی اور
خاص لالہ شرم پت کے ایک بھائی پر جو ایک پیچدار اور پُرخطر مقدمہ
چیف کورٹ میں دائر تھا اُس کا انجام بھی پیش گوئی کے طور پر اس پر ظاہر کیا گیا
تھا۔ ایسا ہی دلیپ سنگھ کی دو صورتوں میں سے ایک صورت یعنے موت یا بے عزتی
اور ناکامی از سفر پنجاب اس کو اس وقت کھول کر سُنا دی گئی تھی کہ جب اُس مصیبت کا
نام ونشان موجود نہ تھا اور ایسی ہی اور بہت قبل از وقوع باتیں اُس پر ظاہر کی گئی تھیں جن
باتوں کا وہ بڑی مضبوطی سے گواہ ہے مگر تصدیق اِس کی جلسۂ عام میں قسم کے ساتھ ہونی چاہیئے۔
نہ یُونہی متعصبانہ تحریروں کی رُوبہ بازی سے ماسوا اسکے رسالہ سراج منیر بھی جو پیشگوئیوں
پر مشتمل ہے اب بہت جلد نکل کر دروغ گوؤں کا مُنہ کالا کرنے والا ہے۔

ص۱۵۱

قولہٗ۔ ہم نے اپنے اشتہار میں ثابت کر دیا ہے کہ مرزا کے اشتہار ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء میں
پیشگوئی پسر موعود کا حمل موجودہ پر حصر کھا گیا ہے جس میں سے آخر لڑکی پیدا ہوئی۔

اقول۔ وہ اشتہار جس میں ہماری طرف سے الہامی یا تشریح کے طور پر اِس

حصر کے لفظ موجود ہیں جو اُسی حمل میں وہ لڑکا پیدا ہوگا۔ اُس سے ہرگز ہرگز تخلّف نہیں کرے گا۔ ضرور اُس میں پیدا ہوجائے گا۔ وہی اشتہار ایک جلسہ منعقد کرکے بحاضری چند مسلمانوں اور ہندوؤں اور عیسائیوں کے پیش کردینا چاہیئے تا دروغگو کی سیاہ رُوئی سب پر کُھل جائے لیکن اگر اشتہار کے پیش ہونے کے بعد اشتہار کی عبارت سے یہی بات بہ بداہت ثابت ہوتی ہو کہ شاید وہ لڑکا اب ہو یا بعد میں ہو تو ایسے بے شرم دروغگو کے لئے کہ جو برخلاف ہماری تشریح مندرجہ اشتہار کے ناحق بار بار خلق اللہ کو دھوکا دے صرف لعنت اللہ علیہ کہنا کافی نہیں۔ بلکہ اُس کو کسی قدر سزا دینا بھی ضروری ہے تا پھر آئندہ اپنی بے حیائی دکھلانے کے لئے جُرأت نہ کرے۔

قولہٗ۔ ایک ڈوم ٹکڑہ خوری گمنام نے مرزا کی تعریف میں دو ورق کا اِشتہار بعنوان رسالہ سُرمہ چشم آریہ سیاہ کیا ہے محض دنیاوی طمع میں اندھا ہو رہا ہے۔ اس کوتاہ اندیش نامعقول پر کیا بلا پڑی کہ مفت میں جھوٹ بول رہا ہے۔

اقول۔ یہ پاک سیرت راقم رسالہ جو شائد اپنے گمان میں اپنے تئیں کسی راجہ کا بیٹا سمجھتا ہوگا۔ ہم اس کو ہرگز ڈوم یا ڈوم کی ذرّیت نہیں کہیں گے۔ خدا جانے یہ کون ہے اور کس کا ہے مگر یہ یاد رہے کہ یہ شخص اپنے اُن گندے الفاظ سے جو کسی قدر ابھی ہم نے لکھے ہیں اور کسی قدر خلاف تہذیب اور سخت مکروہ دیکھ کر چھوڑ دیئے ہیں ایک نہایت عالی خاندان سیّد صاحب کی نسبت جو بڑے شریف اور ایک شہر کے معزز اور نامور رئیس ہیں اِزالہ حیثیتِ عُرفی کا مرتکب ہو رہا ہے اور خدائے تعالیٰ کا خوف تو اسے کاہیکو ہوگا۔ مگر دفعہ ۵۰۰ تعزیرات ہند اور کئی ایسے

۱۶

جرائم سے جن میں اس قسم کے یاوہ گو لوگ اکثر پھنس جایا کرتے ہیں۔ اُسے اندیشہ کرنا چاہیئے۔
ہرچند ہم نے سیّد صاحب ممدوح کی خدمت میں بانکسار عرض کردیا ہے کہ آپ ایسے
نااہلوں کی دل آزار باتوں کو دل میں جگہ نہ دیں اور صبر و شکیب کو کام فرمائیں جیسا کہ
طیّبین طاہرین آل رسول کریم قدیم سے کرتے چلے آئے ہیں اور یہی سیّد صاحب کی
ذات ستودہ صفات پر امید بھی ہے کیونکہ وہ نہایت شریف اور مہذب اور علوم و
فنون سے آراستہ اور بوجہ کامل لیاقت انگریزی دانی کے انگریزی دفتروں کے معزز
عہدوں پر بھی سرفراز رہ چکے ہیں۔ اور اشتعالی حالت تو گویا فطرتی طور پر اُنکی طبیعت
سے مسلوب ہے مگر پھر بھی چونکہ ایک مگس طینت کے قلم کا سنجار کبھی کبھی اچھے اچھے
قوم کے شریفوں کو بھی ساتھ کھینچ لیا کرتا ہے اسلئے ہم بکمال ادب بخدمت شریف
منشی جیونداس صاحب اور دُوسرے معزز آریہ صاحبوں کی محض خیر خواہی کے طور سے
عرض پرداز ہیں کہ ایسے خوش لہجہ آریہ کو اس بدزبانی کی دھن سے روک دیں کہ اِس کا
نتیجہ اچھا نہیں اور گو ہماری ذات کی نسبت کوئی شخص بُرا کہے یا بھلا افترا پردازیاں
کرے یا جعلسازیاں اُسے اختیار ہے کیونکہ ہم مجازی حکومتوں کی طرف رجوع کرنا
نہیں چاہتے اور اپنا اور اپنے بدگو کا فیصلہ احکم الحاکمین پر چھوڑتے ہیں۔ لیکن اِن
نوخیزوں کو جو اپنی ہر یک تحریر میں آریوں کی نئی تہذیب کا چاند چڑھا رہے ہیں۔
دوسرے رئیسوں اور شریفوں اور معزز مسلمانوں کی ہتک اور توہین سے پُرخطر
رہنا چاہیئے تا کسی پیچ میں آکر بڑے گھر کی ہوا نہ کھانی پڑے کیا بحث اِسی بات کا
نام ہے کہ گند بولیں اور فحش تولیں۔ غرض ہر یک مُنہ بگڑے آور بے راہ کے لئے
قانونی تدارک موجود ہے آئندہ اختیار بدست مختار۔

قولہ۔ سُرمہ چشم آریہ میں نہ ہماری کسی کتاب کا حوالہ ہے نہ فصل و باب کا پتہ ہے۔ صفحہ ۱۸
اقول۔ کتنا جھوٹ ہے جس شخص کی دروغ گوئی اِس حد تک پہونچ جائے تو اُسے

کوئی کیا کرے۔ بھلا جس حالت میں جابجا فریق مخالف کے انکار پر اس کی مسلّم الثبوت کتابوں کا فصل و صفحہ تک پتہ بتلا دیا گیا تو کیا ابھی ہم نے کتاب کا حوالہ نہ دیا۔ دیکھو صفحہ (۳۷) سُرمہ چشم آریہ۔ ہاں جن باتوں کو لالہ مُرلی دھر صاحب اُس بالمواجہ بحث میں آپ ہی مانتے گئے۔ اُن کا حوالہ دینا دابِ مناظرہ کے خلاف اور ناحق کا طول تھا اگر وہ انکار کرتے تو حوالہ بھی سُن لیتے۔ مگر تاہم اجمالی طور پر ہر جگہ یہ کہا گیا کہ یہ تمہارے عقائد و اُصول ہیں چنانچہ جابجا لالہ صاحب موصوف ان الزامات کا اقرار کرتے گئے۔ اور کچھ بھی چُوں چرا نہ کیا۔ دیکھو صفحہ ۱۱۴-۱۷۹-۱۹۴-۲۰۴-۲۰۶ سُرمہ چشم آریہ۔ ماسوا اس کے یہ بات یاد رہے کہ ہم نے جس قدر آریوں پر رسالہ سُرمہ چشم آریہ میں اعتراضات کئے ہیں اُن سب کو ہم نے اُن کے لائق گرو دیانند کی ستیارتھ پرکاش سے اخذ کیا ہے تم ذرا مُنہ سے تو یہ بات نکال کر دیکھو کہ ہم آریوں کے وہ عقائد نہیں ہیں پھر دیکھنا کہ کیسی خبر لیجاتی ہے غضب کی ہٹ دھرمی ہے کہ جن عقائد اور اصولوں کو آپ ہی برکوچہ و بازار میں مشہور کر چکے ہیں اب اُن سے اِدھر اُدھر بھاگنا چاہتے ہیں مگر پھنسی ہوئی چڑیا اب بھاگے کہاں۔ اب تو دیانند کی جان کو رونا چاہیئے جو تمہیں پھنسا کر آپ الگ ہو گیا اور وید کا آخری نچوڑ یہ چھوڑ گیا کہ جیسے پرمیشر خود بخود ویسا ہی دُنیا کا ذرّہ ذرّہ خود بخود۔

قولہٗ۔ تمام جہان میں جو علم و ہنر ظاہر ہو رہا ہے سب وید اقدس کی بدولت ہے۔

اقول۔ ویدوں کے علوم و فنون کی حقیقت تو بہت سی کھُل گئی اور کھُلتی جاتی ہے۔ بھلا جن ویدوں نے اِس رنگارنگ کی مخلوقات کے وجود میں اپنی فلاسفی یہ بتلائی کہ یہ سب چیزیں اور سب رُوحیں یہاں تک کہ ذرّہ ذرّہ عالم کا اپنے وُجود کا آپ ہی ربّ ہے کوئی اُن کا موجد و پیدا کنندہ و حقیقی سہارا نہیں ضرور اُن میں اور علوم و فنون بھی ہونگے ایسے لائق ویدوں کا وجود کب بے ہُنر و علم رہ سکتا ہے اگرچہ ویدوں کی عجیب حکمت پر خود ذاتی طور پر ہمیں بہت سی اطّلاع ہے لیکن آریوں کے لائق پنڈت دیانند نے جو ستیارتھ پرکاش میں ویدک فلاسفی کا کچھ

بیان کیا ہے اُسی سے ناظرین بطور نمونہ سمجھ سکتے ہیں کہ آریوں کا وید مقدس کس عالی مرتبہ کی کتاب ہے۔
چنانچہ منجملہ اُن کے ایک مسئلہ دائمی وجوب تناسخ کو ہی دیکھو جس میں ویدک فلاسفی کے رُو سے
ہمیشہ رُوحوں کا اسی دُنیا میں پھر پھر آنا اور بڑے بڑے عارف گیانی۔ رکھی اور دیوتے بننے کے بعد
بھی ہمیشہ کُتے بلے کیڑے مکوڑے بنتے رہنا واجب و لازم† ہے اس بدبختی کا اصل موجب یہ ہے کہ
رُوحیں معدود اور پرمیشر پیدا کرنے سے عاجز بالکل ناطاقت بلکہ کچھ بھی نہیں پھر اگر وہی مکتی یافتہ
بار بار انسان کُتا بلا نہ بنتے رہیں تو دنیا کیونکر قائم رہے مگر اس دلیل کو چھپا کر ایک جھوٹی دلیل
وید کی طرف سے پیش کی گئی ہے کہ مکتی خانہ میں ہمیشہ رہنے کیلئے انسانوں کے عمل وفا نہیں
کر سکتے اور پرمیشر اتنا ہی دے سکتا ہے جتنا کہ ان کا حق ہے کم و بیش نہیں بہت خوب۔
لیکن یہ تقریر اُس صورت میں کچھ چسپاں ہو سکتی ہے کہ جب مُکتی (نجات) کو ایک ایسی شئے سمجھا جائے کہ جو نون مرچ کی طرح بکتی ہے۔ اور

† **فٹ نوٹ** یُوں تو آریہ لوگ کہتے ہیں کہ تناسخ ضرور سچ ہے۔ اور ایسا ہمیشہ کے لئے واجب الوقوع ہے کہ مکتی کے بعد بھی اُس سے پیچھا نہیں چھوٹتا لیکن بوجہ نادانی انہیں خیال نہیں کہ دائمی تناسخ کے ماننے سے تمام مقدسوں اور برگزیدوں کی ایسی بے ادبی ہوتی ہے کہ ہر ایک کے لئے قبول کرنا پڑتا ہے کہ وہ بےشمار مرتبہ نجات پانے کے بعد بھی کیڑے مکوڑے بن چکے ہیں اور ابھی آئندہ بنتے رہنے کا کچھ انتہا نہیں۔ کیونکہ یہ سب حیوانات کتے بلے گدھے سؤر وغیرہ بےشمار مراتب مکتی کو پا چکے ہیں تو اس بات کے نہ ماننے کی کوئی وجہ نہیں کہ کسی زمانہ میں یہی حیوانات وید کے رشی یا اوتار وغیرہ بھی ہونگے تو اس صورت میں تو آریوں کو قائل ہونا چاہیئے کہ ممکن ہے کہ درحقیقت یہ سب ان کے بزرگ ہی ہوں یا بعض ان میں سے تو ضرور ہی ہوں۔ واضح رہے کہ ہم ایسے خیال کو نہایت خبیث اور دور از ادب سمجھتے ہیں کہ خدا تعالٰے کسی پر ایسا خوش ہو کر کہ اس کو مکتی دیکر پھر کسی وقت کُتا بلا سور وغیرہ بنا دے اسلئے ہم آریوں کو محض نصیحت سے کہتے ہیں کہ اگر تم دوسرے پاک نبیوں کو گالیاں دیتے اور بُرا بھلا کہتے ہو مگر اے بھلے مانسو تم اپنے وید کے رشیوں کی ایسی بے ادبی سے تو باز آؤ۔ اگر حوالہ کے شائق ہو تو دیکھو لائق پنڈت دیانند کی ستیارتھ پرکاش اردا اگون کی بحث منہ

پرمیشر کو ایک بنیا قرار دیا جائے جو اُس جنس کو داموں کے موافق بیچتا
ہے یا یہ خیال کیا جائے کہ پرمیشر کا مکتی خانہ کرایہ پر چلتا ہے۔ جتنے دنوں کا
کرایہ دیا اُتنے دن رہے اور پھر نکالے گئے۔ اب ہم آریوں کے بڑے
دستار بندوں سے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کیا مکتی کی حقیقت میں یہی
فلاسفی ہے جس کو آپ کا وید مقدس سکھا رہا ہے کیا وید کا یہی علم و ہنر ہے جس پر
ناز کیا جاتا ہے سب دانشمند جانتے ہیں کہ نجات کی جڑھ اور اس کا اصل نور
جس سے یہ روشنی پیدا ہوتی ہے یہی ہے کہ ماسوا اللہ سے انقطاع کُلّی ہو کر خدا
تعالیٰ سے ایسا سچا تعلق پیدا ہو جائے کہ وہ محبت اور عشق کے غلبے سے ہر یک
چیز پر بلکہ اپنی جان پر بھی مقدم ہو جائے اور آرام اور اُنس اور شوق اور دل کی
خوشی اُسی سے اور اُسی کے ساتھ ہو۔ اور جیسا کہ وہ حقیقت میں واحد لاشریک
ہے ایسا ہی پیار کی نظر سے بھی اپنی عظمت اور جلال اور ساری کامل صفتوں میں
واحد لاشریک ہی نظر آوے۔ یہ نور نجات ہے جو اسی دنیا سے محبِ صادق
کے ساتھ جاتا ہے اور اس کے وجود میں جان کی طرح داخل ہو کر ہمیشہ اُس کے
ساتھ رہتا ہے سو جب کہ شخص نجات یافتہ ہمیشہ کے لئے یہ علّت موجبہ نجات
اپنے ساتھ رکھتا ہے تو پھر یہ وید کی کس قسم کی عقلمندی ہے کہ باوجود موجودیت
علّت تامہ کے یعنے نورِ نجات کے معلول کا تخلّف یعنے نجات کا اُس سے روا
رکھتا ہے کیا کوئی آریہ اپنے ویدوں کی اس عجیب فلاسفی کو ہمیں
سمجھا سکتا ہے۔

اور پھر ثبوتِ تناسخ پر دلیل بھی کیا ہی عمدہ ستیارتھ پرکاش میں لکھی گئی۔

کہ جب بالک پیدا ہوتا ہے تو اُسی وقت اپنی ماں کا دُودھ پینے لگتا ہے سبب یہ کہ اس کو پہلے جنم کا خیال بنا رہتا ہے پس اس سے ثابت ہو گیا کہ تناسخ سچ ہے۔ تعجّب کہ ایسے تیز عقل پنڈت نے کیوں حیض کے خون کو بھی جو پیٹ کے اندر بچّہ کی خوراک بنتا ہے۔ اسی پہلے جنم کی یادداشت پر دلیل نہ ٹھہرائی تا بجائے ایک کے دو دلیل مل جاتیں۔

افسوس یہ لوگ تناسخ کے جال میں پھنس کر اور جُونوں کے خیال محال میں مبتلا ہو کر ایسے اُس میں مدہوش ہوئے کہ پھر کسی چیز نامعلوم الاسباب کا سچا سبب تلاش کرنے کے عادی ہی نہ رہے اور ویدوں کی گمراہ کنندہ تعلیموں نے ہزاروں عُمدہ اور دلرُبا فلسفی نکتوں سے ان کا مُنہ پھیر کر بار بار آواگون کے ہی گڑھے میں ڈالا۔ اور سارے عالم کے تعلیم خانہ میں سے صرف یہی ایک غلط حرف ان کے دل میں بیٹھ گیا کہ دُنیا کا وجود اور زمین و آسمان کا نمود فقط انسانی عملوں کی شامت سے ہے۔ نہ کسی صانع کی حکمت کاملہ سے اگر بدکاریاں اور بدعملیاں نہ ہوں تو پھر گائے بیل وغیرہ انسانی ضرورت کی چیزیں بھی نہ ہوں بلکہ خود انسان میں سے عورت کی قسم بھی نہ ہو سو اسی وجہ سے یہ لوگ حکیمانہ اور باقاعدہ تحقیقاتوں سے ہمیشہ انحراف اختیار کر کے بلکہ اس مذاق سے بالکل خالی اور بے بہرہ اور سادہ لوح رہ کر اپنی زندگی کے قابل تفتیش راز اور دوسرے تمام مخلوقات کے بے انتہا اسرار کو یوں ہی گذشتہ جنم کی شامتِ اعمال یا نخوی اعمال پر حمل کر کے۔ پھر آئندہ اسمیں کچھ جستجو ہی نہیں کرتے اور اس طرح پر ایک جھوٹے ورثے اصلی خیال کو مضبوط پکڑنے سے نہایت سچی اور صحیح صداقتوں کے قبول کرنے سے محروم اور بے نصیب رہ جاتے ہیں ہر چند اس عالم کا ہر ایک جوہر اور عرض ہزارہا باریک حکمتوں اور لطیف بھیدوں اور

حقیقتوں سے پُر ہے اور جو کچھ صانع نے جس جس جگہ رکھا ہے نہایت ہی موزون اور
جواہرات حکمت و معقولیت سے بھرا ہوا ہے۔ مگر ان کور باطنوں کی نظر میں یہ سب
کچھ صرف گزشتہ جنموں کے نتائج کا ایک گڈ بڑ ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں اور
پرمیشر ایسا لاحاصل اور بے کار اور ایک فضول اور بے نفع وجود ہے کہ نہ تو کبھی
رحم اور فضل اور کرم اُس سے ظہور میں آیا اور نہ کبھی اُس کو اپنی حکمت و قدرت
دکھلانے کا موقع ملا اور نہ کبھی اس نے اپنے وجود میں طاقت پائی کہ اپنی خدائی
کے نشان ظاہر کرے۔ عقل تو پکار پکار کر کہتی ہے کہ یہ سب چیزیں خدا تعالےٰ
کے ملنے کا ہمارے لئے راہ بتانے والیں اور اُس کے احسانات کا ایک رشتہ قائم
کرنے والی ہیں۔ مگر ان کا وید کہتا ہے کہ کچھ بھی نہیں یہ سب کچھ اتفاقی ہے جو
گذشتہ جنموں کی شامت سے ظہور پذیر ہو رہا ہے۔ ورنہ ایک قطرہ پانی کا بھی
جس میں صدہا کیڑے ہیں پرمیشر کی طرف سے عطا نہیں ہوا بلکہ خود ان کیڑوں کی کسی
پہلے زمانہ کی اپنی ہی بد اعمالی پانی کے وجود اور ہماری آب نوشی کا باعث ہو گئی
ہے۔ اب جن کے پرمیشر کا یہ حال ہو کہ ایک قطرہ پانی پر بھی اختیار نہیں کہ خود بخود
پیدا کر سکے تو کیا ایسے ضعیف اور ناتوان کا نام پرمیشر رکھنا جائے عار ہے
یا نہیں اور ایسا بد نصیب پرمیشر کس تعریف اور شکر گذاری یا کس مدح و
ثنا کے لائق ہو گا۔ جس کی ملکیت ایک بوند پانی بھی نہیں۔ ہائے افسوس ان
لوگوں نے الٰہی قدرتوں اور حکمتوں اور صنعتوں کو آواگون اور وید کی
محبت میں پھنس کر کیسا خاک میں ملا دیا ہے۔ صرف ایک تناسخ کے بیہودہ
خیال سے ہزار صداقتوں کا خون کرتے جاتے ہیں۔ اور فلسفی اور

طبعی تحقیقاتوں کی طرز پر کسی چیز یا عارضہ کا تحقیقی سبب ہرگز تلاش نہیں کرتے۔
یہ قاعدہ کی بات ہے کہ کسی امر مجہول کی واقعی حقیقت دریافت کرنے کیلئے بڑی وسیع تحقیقات کی جاتی ہے۔ اور ایک جزئی کی خاطر تمام جزئیات پر نظر ڈالنی پڑتی ہے اور محققانہ نگاہ سے دیکھا جاتا ہے کہ یہ خاص جزئی جس کا کوئی حال یا عارضہ متنازعہ فیہ قرار دیا گیا ہے۔ کیا اس کی یہ خاصیت جس میں نزاع کی گئی ہے اسی کی ذات تک محدود ہے یا ایک عام بات ہے جو دوسری کئی جزئیات میں یا جمیع جزئیات میں پائی جاتی ہے۔ پھر اگر کھوج لگاتے لگاتے اس حد تک پہنچ جائیں جو اس جزئی کا اس حال یا عارضہ متنازعہ فیہ میں دوسری جزئیات سے ممتاز ہونا ثابت ہو جائے یا دوسری جزئیات اس کے شریک نکل آئیں یعنے جیسی کہ صورت ہو اس پر عمل کیا جاتا ہے اور ناحق ایک عام کو خاص یا خاص کو عام نہیں بنایا جاتا۔ لیکن اس فلسفیانہ طرز سے دیانندی پالسی الگ ہی ہے۔ خیال کرنا چاہیئے کہ اس بندۂ خدا نے تناسخ کے بارے میں کیا شستہ ثبوت دیا ہے جس کے پیش کرنے کے وقت نہ تو یہ سوچا کہ یہ جو دعویٰ کیا گیا ہے کہ ضرور نوزاد بچہ اپنی ماں کے پستان کی طرف ہی جاتا ہے نہ کسی اور طرف۔ یہ دعوٰے دراصل صحیح ہے یا غلط اور نہ یہ خیال کیا کہ جیسے میرا دعویٰ عام ہے دلیل جو پیش کرتا ہوں وہ بھی عام ہے یا نہیں خیر اگر اس نے نہ سوچا اور نہ سمجھا تو اب ہم ہی دیانندی منطق کا نمونہ ظاہر کرنے کے لئے اس کی قلعی کھول دیتے ہیں۔ سو واضح ہو کہ یہ دعویٰ کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اُسی وقت اپنی ماں کا دُودھ پینے لگتا ہے یہ

صـ۲۱

دراصل دعویٰ ہی فاسد ہے کیونکہ مشاہدہ کے رُو سے فقط اتنا مسلّم ہے کہ بچہ
بسبب زندہ اور جاندار ہونے کے غذا کا طالب ہوتا ہے لیکن یہ ہرگز نہیں
مانا جا سکتا کہ خواہ نخواہ ماں کے پستان ہی کی طرف دوڑے بلکہ بہ بداہت ثابت
ہے کہ اس وقت وہ ایک سادہ نفس ہوتا ہے اور جس عادت پر وہ لگا دیا جائے،
اُسی پر لگ جاتا ہے۔ اور اسی کو پختہ طور پر پکڑ لیتا ہے مثلاً اگر بچہ کو پیدا ہونے
کے بعد بتی سے یا نلی سے دودھ پلانا شروع کردیں تو فی الفور اسی طرح سے پینا
شروع کردیتا ہے۔ پھر ممکن نہیں کہ بآسانی ماں کے پستان کی طرف رُخ بھی کرے
مگر شاید بڑی مشقت اور مصیبت کے بعد پہلی عادت کی چھوڑے اور دوسری
عادت کو پکڑے۔ یہ تو سچ ہے کہ پیدا ہونے کے بعد غذا کی طرف بچہ کی خواہش
جنبش کرتی ہے مگر وہ خواہش فقط درد اشتہا سے پیدا ہوتی ہے نہ کسی
اور سبب سے اور تجارب روزمرّہ صاف اور صریح شہادت دیتے ہیں کہ
انسان یا حیوان یا کسی پرند یا کسی کیڑے مکوڑے کا پیدا ہونے کے بعد اپنی غذا
کی طرف توجہ کرنا حقیقت میں ایک میل طبعی ہے جو حکیم مُطلق نے اپنی حکمتِ
کاملہ کی وجہ سے ہر ایک جاندار میں بلکہ نباتات و جمادات کی فطرت میں بھی
رکھی ہوئی ہے تا وہ بالطبع اپنی اُس غذا کے طالب ہوں جو ان کے مناسب
حال ہے۔ اسی وجہ سے ہریک چیز اپنے اپنے طور پر جو اُس کے وجود کی
بناوٹ میں مقرر کیا گیا ہے تحصیل غذا کے لئے میل کرتی ہے اور جیسے ایک
بچہ انسان یا حیوان کا غذا کو حاصل کرنا چاہتا ہے ایسا ہی درختوں
اور بوٹیوں کی جڑھیں بھی تخمی حالت سے آگے قدم رکھتی ہیں اور

قوتِ نامیہ کا پردہ تو وہ پاتی ہیں اپنی غذا کو جو پانی ہے اپنی طرف کھینچنا شروع کر دیتی ہیں اور وہ جڑھیں اپنی قوتِ جاذبہ سے دُور دُور سے پانی کھینچ لاتی ہیں۔ غرض حکمت کاملہ الٰہیّہ سے ہر یک چیز میں تحصیلِ غذا کے لئے پہلے ہی سے ایک قوت رکھی جاتی ہے خواہ وہ چیز پتھر ہو یا درخت یا انسان یا حیوان درحقیقت یہ سب ایک ہی قوت کی تحریکوں سے حصول غذا کے لئے متوجہ کی جاتی ہیں اور اس بات کے جواب میں کہ کیوں یہ چاروں قسم کی چیزیں غذا کی طالب ہیں کوئی جُدا جُدا بیان نہیں تا کسی جگہ پہلے جنم کی یادداشت اور اس کا خیال بنا رہنا سمجھا جائے اور کسی جگہ کوئی اور وجہ بتلائی جائے بلکہ درحقیقت ان چاروں چیزوں کا تحصیل غذا کے لئے میل کرنا ایک ہی باعث سے ہے یعنی فطرتی قوت جو وجود پیدا ہونے کے ساتھ ہی اس میں پیدا ہو جاتی ہے اور اسی کی طرف اس پاک اور مقدس کلام میں اشارہ ہے جو فلسفی صداقتوں سے بھرا ہوا ہے جیسا کہ وہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَہٗ ثُمَّ ھَدٰی[1] یعنے تمہارا وُہ خدا ہے جس نے ہر یک چیز کو مناسب حال اس کے وجود بخشا پھر غذا وغیرہ کی طلب کے لئے جس پر اس کی بقا موقوف ہے اُس کے دل میں آپ خواہش ڈالی۔ سو یہی صداقت حقّہ ہے جس کو ایک قاعدۂ کلّی کے طور پر اللہ جلّ شانہٗ نے اپنی کتاب عزیز میں بیان فرما دیا ہے۔ نادانوں اور جاہلوں کی نظر محیط نہیں ہوتی اس لئے وہ فقط ایک جزئی کو دیکھ کر اپنی غرض فاسد کے مطابق اس کے لئے ایک جھوٹا منصوبہ گھڑ لیتے ہیں اور دُوسرے جزئیات کو جو اُسی کے شریک ہیں چھوڑ دیتے ہیں۔ ایسی ہی دیانندی فلاسفی ہے

[1] طٰہٰ: ۵۱

جو آنکھیں بند کر کے وید کی خاطر گھڑی گئی ہے۔ بھلا کوئی سوچے کہ پہلے جنم کی یادداشت کہاں سے اور کس دلیل سے سمجھی گئی کیا یہ سچ نہیں کہ ہمیشہ دیکھا جاتا ہے اور روزمرہ کے تجارب اس پر شاہد ہیں کہ جن بچوں کو پیدا ہونے کے بعد بکری کے پستان پر لگایا جائے پھر وہ کسی عورت کے پستان سے دودھ پینا نہیں چاہتے اور جن کو مثلاً انگریزی شیشی پر لگایا جائے ان کے لئے ماں کا یا بکری کا دودھ پینا ایسا مشکل کہ گویا موت ہے ہزار حیلہ کرو اُس طرف رُخ بھی نہیں کرتے۔ اب اگر دیانندی مسئلہ سچا ہوتا تو چاہیئے تھا کہ کوئی لڑکا بجز ماں کے پستان کے اور کسی طور سے دودھ نہ پیتا۔ سو نوزاد بچوں کی یہ مذکورہ بالا عادت ابطال تناسخ پر دلیل ہے نہ کہ ثبوت تناسخ پر کوئی دلیل اس سے پیدا ہو سکے۔ اب دعویٰ کی خوبی کا تو بیان ہو چکا۔ دیانندی دلیل کی بھی کیفیت سنئے۔ وہ کہتے ہیں کہ ماں کا دودھ پینا یہ پہلے جنم کا خیال ہے۔ مَیں کہتا ہوں کہ اگر ویدوں کی یہ دلیل سچی ہوتی تو پھر اصول تناسخ کا یہ چاہیئے تھا کہ ہر یک جاندار کا بچہ اپنے پہلے جنم میں بھی اُسی نوع میں سے ہوتا ہے جس میں اب پیدا ہوا ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ انسان کا بچہ پیدا ہونے کے بعد دودھ کا محتاج ہوتا ہے اور مُرغ کا بچہ پیدائش کے بعد دانہ مانگتا ہے جونک کا بچہ مٹی کھاتا ہے اور شہد کی مکھی کا بچہ شہد سے خوراک پاتا ہے سو اگر یہ میل طبعی نہیں ہے بلکہ بقول دیانند پہلے جنم کا خیال بنا ہوا ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ انسان کا بچہ اپنے پہلے جنم میں ضرور انسان ہی ہو کچھ اور نہ ہو۔ ایسا ہی یہ بھی واجب ٹھہرتا ہے کہ مُرغ کا بچہ

بھی اپنے پہلے جنم میں ضرور مرغ ہی ہو۔ اور جونک کا بچہ اپنے پہلے جنم میں جونک ہی ہو نہ اور کچھ اور مکھی کا بچہ اپنے پہلے جنم میں مکھی ہی ہو نہ کچھ اور کیونکہ یہ سب مختلف قسم کے جاندار پیدا ہونے کے بعد اُسی طور اور اُسی قسم کی غذا کو طلب کرتے ہیں جو اُن کی نوع کے لئے مقرر ہے۔ اب دیکھا ویدک فلاسفی کی کیسی قلعی کھل گئی اب ہم اگر ایسی فلاسفی کو دُور سے سلام نہ کریں تو اور کیا کریں کیوں لالہ صاحب؟ یہ وہی ویدوں کے علوم ہیں جن سے تمام دُنیا فیضیاب ہوئی ہے روح کا شبنم کی طرح زمین پر گرنا اور پھر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر کسی گھاس پات پر پھیلنا اور پھر وہی بچہ پیدا ہونے کا موجب ہونا جیسا کہ رسالہ سرمہ چشم آریہ کے صفحہ ۷۳ میں اور صفحہ ۲۶۳ ستیارتھ پرکاش میں مفصل درج ہے یہ ویدوں کے ذریعہ ہی علوم و فنون حاصل ہوتے ہیں عجیب تر یہ کہ ایسی بوٹیوں کو شوہر دار عورتیں ہی کھاتی ہیں کبھی باکرہ اور عقیمہ عورتیں یا مرد نہیں کھالیتے تا ان سب کو حمل ٹھہر جاتے ایسی گھاس پات کو دیانند بھی کھالیتا تو ایک تماشا ہوتا اور ویدوں کے گن خوب ظاہر ہوتے قربان جائیں ایسے ویدوں پر بھلا کس حکیم یا فیلسوف کی بلا کو بھی خبر تھی کہ روح بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو کر سبز کھیتوں پر پڑا کرتی ہے اور پھر وہ سب ٹکڑے کوئی عورت کھا جاتی ہے اُس سے حمل ہوتا ہے مردوں کو ایسی رُوحانی غذا سے کچھ حصّہ نہیں یوں ہی بلا دلیل بچوں کو اپنے باپوں سے اخلاق وغیرہ میں رُوحانی مشابہت ہوتی ہے اس سے بڑھ کر ویدوں کے جامع العلوم ہونے پر اور کیا دلیل ہو۔ گوتم رکھی جو ویدوں کو سراسر دور از صداقت اور طفلانہ خیالات سمجھتا تھا کیا یہ حکمت کی باتیں اُس کو نہ ملیں تا وہ بھی ان پر فدا ہو جاتا۔ دیکھو بُدھ شاستر رادھیا ۲ سوترا) دیانند کو بھی پچھلی کی طرح نچھر چاٹ کر اخیر پہ یہ کہنا پڑا کہ اب میرا ایمان ویدوں پر نہیں رہا۔ دیکھو پرچہ دھرم جیون ۱۸۸۶ء

۲۲۰

اس وقت مجھے ایک اور پنڈت صاحب بھی یاد آگئے جن کا نام کھڑک سنگھ ہے یہ صاحب ویدوں کی حمایت میں بحث کرنے کے لئے قادیان میں آئے اور قادیان کے آریوں نے بہت شور مچایا کہ ہمارا پنڈت ایسا عالم فاضل ہے کہ چاروں وید اُسے کنٹھ ہیں۔ پھر جب بحث شروع ہوئی تو پنڈت صاحب کا ایسا بُرا حال ہُوا کہ ناگفتہ بہ اور سب تعریفیں وید کی بھول گئے دنیا طلبی کی وجہ سے اسلام تو قبول نہ کیا مگر قادیان سے جاتے ہی وید کو سلام کرکے اصطباغ لے لیا اور اپنے لیکچر میں جو ریاض ہند اور چشمۂ نور امرت سر میں انہوں نے چھپوایا ہے صاف صاف یہ عبارت لکھی کہ وید علوم الٰہی اور راستی سے بے نصیب ہیں اس لئے وہ خدا کا کلام نہیں ہو سکتے اور آریوں کا ویدوں کے علم اور فلسفہ اور قدامت کے بارے میں ایک باطل خیال ہے اس نازک بنیاد پر وُہ حال اور ابد کے لئے اپنی امیدوں کی عمارت اٹھاتے ہیں اور اس ٹمٹماتی ہوئی روشنی کے ساتھ زندگی اور موت پر خوش ہیں۔

بالآخر اگر ہم ان سب واقف کاروں کی شہادت اور خود وید کی غلط فلاسفی سے قطع نظر کرکے قبول بھی کرلیں کہ اگرچہ وید دینی صداقتوں سے خالی ہیں اور بظاہر ان میں کوئی اور علوم و فنون بھی نہیں پائے جاتے مگر معماری و نجاری کے متعلق بعض علوم صنعت اُن کی تہ کے اندر چھپے ہوئے ہیں تو اس سے اگر کچھ ثابت بھی ہو تو یہی ثابت ہوگا کہ وید کسی لوہار یا معمار کے پُرانے خیالات ہیں۔

یہ جو بیان کیا جاتا ہے کہ جس قدر ہندوؤں کے ہاتھ میں علوم طبعی و طبابت و ہیئت وغیرہ ہیں یہ سب درحقیقت وید ہی سے نکلے ہیں یہ بیان

ویدوں کے لئے کچھ موجب عزت نہیں بلکہ باعث رسوائی و ذلت ہے کیونکہ اگر
یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ ہندی علوم کا مخرج و مبداء، وید ہی ہیں تو پھر وہ ساری
غلطیاں جو نئی روشنی کی فلاسفی نے اِن پُرانے علموں میں نکالی ہیں وہ سب داغ
ملامت کی طرح وید کی پیشانی پر وارد ہوں گی۔ ہم ناظرین کو یقین دلاتے ہیں کہ ویدوں
میں بجز مشرکانہ تعلیم کے کوئی معرفت اور حکمت کا بیان نہیں۔ سب سے پہلے
کتاب الٰہی اپنی اسی ذمہ داری میں آزمائی جاتی ہے کہ وہ معارف دینی کو جیسا کہ ان
کی ضرورت ہے تفصیل و توضیح سے بیان کرے نہ یہ کہ دعویٰ تو کرے دینی رہنما
ہونے کا اور پھر عاجز ہو کر کہے کہ یہ تو نہیں مگر ریل کا انجن مجھے ضرور بنانا آتا ہے
بھلا اگر آریوں کو خدائے تعالیٰ نے کچھ بھی غیرت کا مادہ بخشا ہے تو قرآن شریف کی
ان دو آیات کا ہی مضمون کسی اپنے وید سے بحوالہ نام وید وانوکا و سکت وغیرہ
نکال کر دکھلائیں۔ چنانچہ ان میں سے ایک یہ ہے لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا
لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ[1] الجزو نمبر ۲۴۔ تم نہ سُورج کی پرستش کرو
اور نہ چاند کی بلکہ فقط اس ذات قدیم کی پرستش کرو جس نے ان تمام علوی و سفلی
چیزوں کو وجود بخشا ہے۔ ہم بدعویٰ کہتے ہیں کہ ویدوں میں یہ مضمون اس صداقت
کا ہرگز نہیں نکلے گا۔ کیونکہ انہوں نے اپنے پرمیشر کی دونوں ٹانگیں توڑ رکھی
ہیں نہ وہ اپنی پرستش میں شراکت غیر سے محفوظ ہے نہ اپنی قدامت اور
غیر مخلوق ہونے میں۔

دُوسری آیت یہ ہے اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ
ذِی الْقُرْبٰی[2] (الجزو ۱۴) خدا کا تمھیں یہ حکم ہے کہ تم اُس سے اور اُس کی خلقت سے

[1] حٰمٓ السجدۃ: ۳۸ [2] النحل: ۹۱

عدل کا معاملہ کرو یعنی حق اللہ اور حق العباد بجا لاؤ۔ اور اگر اس سے بڑھکر ہو سکے تو نہ صرف عدل بلکہ احسان کرو یعنی فرائض سے زیادہ اور ایسے اخلاص سے خدا کی بندگی کرو کہ گویا تم اس کو دیکھتے ہو اور حقوق سے زیادہ لوگوں کے ساتھ مروّت و سلوک کرو اور اگر اس سے بڑھ کر ہو سکے تو ایسے بے علّت و بے غرض خدا کی عبادت اور خلق اللہ کی خدمت بجا لاؤ کہ جیسے کوئی قرابت کے جوش سے کرتا ہے۔

قولہٗ۔ اکثر عیسائی اور اہل اسلام بھی متفق ہیں کہ سب علوم و فنون آریوں سے تمام جہان میں پھیلے ہیں۔ **اقول**۔ اوّل تو یہ بات ہی غلط ہے کیوں کہ انگریزوں کا اس بات پر اتفاق ہو چکا ہے کہ انگلستان میں علوم و فنون کا پودہ عرب کے عالیشان مدارس سے آیا ہے اور دسویں صدی میں جب کہ یورپ جہالت میں پڑا ہوا تھا۔ اہل یورپ کو تاریکی جہالت سے علم و عقل کی روشنی میں لانے والے مسلمان ہی تھے۔ (دیکھو صفحہ ۹۵ کتاب جان ڈیون پورٹ صاحب) ایسا ہی رائے بہادر ڈاکٹر چیتن شاہ صاحب آنریری سرجن اور ڈاکٹر دتا مل صاحب سول سرجن پنجاب۔ ری دیو جلد نہم میں لکھتے ہیں کہ اہل یورپ کو اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ تمام علوم فلسفہ طب وغیرہ بذریعہ اہل عرب ان تک پہنچے ہیں۔ کمسٹری یعنے علم کیمیا بھی اہل یورپ نے عروج سلطنت اسلامیہ میں عربوں سے حاصل کیا ہے۔ اگرچہ ہندی طبابت نے (جو بزعم آریوں کے ویدوں سے لی گئی ہے) جو ہماری اپنی وطنی طبابت ہے یونانی اور انگریزی طبابت سے کوئی چیز عاریتاً نہیں لی۔ لیکن یہ اس کا مستعار نہ لینا اس کے فخر کا باعث نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس میں اسی قدر نقص اور خرابیاں

بھی باقی ہیں۔ یہ نقصان اس لئے رہ گیا کہ یونانی خیالات ہندوستان میں اور ہندی خیالات یونان میں بسبب نہ ہونے ذریعۂ مثل چھاپہ وغیرہ کے کم پہنچ سکے تمام ہوا کلام دونوں ڈاکٹر صاحبوں کا۔ مگر میں پوچھتا ہوں کہ یہ نقصان ہندی طبابت میں کیوں رہ گیا۔ ویدوں سے کیوں درست نہ کرلیا گیا۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ اگر ہم ہندی علوم کو جو آریہ دیس میں ابتدا سے چلے آتے ہیں۔ جن کی اب تار تار غلطیاں نکل رہی ہیں۔ ویدوں کی طرف منسوب بھی کردیں تو کیا اس سے ویدوں کی عزت ثابت ہوتی ہے یا بے عزتی۔

قولہ۔ مرزا فن و فریب اور دروغ گوئی میں یکتا ہے مکتوب الیہ کو (یعنی جس کی طرف حساب کرنے کے لئے خط لکھا گیا تھا) تعلیم دیتا ہے کہ تم نے یہ جھوٹ بولنا اور یوں کرنا اور یُوں کرنا۔

اقول۔ اس اعتراض کی اصلیت صرف اس قدر ہے کہ انبالہ چھاؤنی میں کئی ایک خط میں نے ایک ہندو دکاندار کی طرف بمراد تصفیہ ایک پرانے برداشتی حساب کے جس کا یوں ہی مدت تک ملتوی پڑے رہنا قرین مصلحت نہیں تھا لکھے تھے اور اس دکاندار کو بلایا تھا کہ اب حساب دیر کا ہو گیا ہے۔ تم ٹونبو ساتھ لاؤ اور جو کچھ حساب نکلتا ہے لے جاؤ اور ٹونبو دے جاؤ۔ اگرچہ ٹھیک ٹھیک یاد نہیں مگر خیال کیا جاتا ہے کہ شاید ان خطوط میں سے کسی خط میں یہ بھی لکھا گیا ہو کہ تم نے حساب کے لئے بلائے جانے کا حال ظاہر نہ کرنا۔ اب معترض خیانت پیشہ جس نے سرقہ کے طور پر لالہ الشن داس مکتوب الیہ کے صندوق سے خط چرائے ہیں اس اصل حقیقت میں تحریف

وتبدیل کرکے اور اپنی طرف سے کچھ کا کچھ تو وہ طوفان بنا کر اور بات کو کہیں سے کہیں لگا کر یہ اعتراض کرتا ہے کہ گویا ہم نے یہ مکروفریب کیا اور جھوٹ بولا۔ اور جھوٹ کی ترغیب دی۔ پس اوّل تو ہم آریہ صاحبوں کے شریف لوگوں پر جن کو اپنی سوسائیٹی کی عزّت اور نیک نامی کا خیال ہے ظاہر کرتے ہیں کہ جس ناجائز طور سے یہ خطوط حاصل کئے گئے ہیں وہ یہ ہے کہ لالہ بشن داس مکتوب الیہ کی دکان پر ایک کبسوں والے آریہ نے (جو اب باوا نانک صاحب سے بیزار ہو کر دیانندی پنتھ میں داخل ہوگیا ہے) ایک دو آریہ اوباشوں کی رازداری وتحریک سے بیٹھنا شروع کیا ایک دن بشن داس اِس دیانندی تانتیا بھیل کے اعتبار سے جیسا کہ دوکانداروں کی عادت ہے۔ اپنی دکان کو کھلی چھوڑ کر کسی کام کے لئے بازار میں نکلا۔ اُس کے جانے کے ساتھ ہی سکھ صاحب نے اُس کے صندوق کو ہاتھ مارا شاید اس دست درازی سے نیت توکسی اور شکار کی ہوگی کیونکہ اُسے معلوم تھا کہ یہ مالدار آدمی ہے مگر لالہ بشن داس کی قسمت اچھی تھی کہ اُس جلدی میں زیور تک جو صندوق میں پڑا ہوا تھا ہاتھ نہ پہنچا۔ صرف دو خط ہاتھ میں آگئے جن کو اُس کے انہیں ہم مشورہ یاروں نے جو ایک ہی سانچے کے ہیں بہت سی خیانت اور یاوہ گوئی کے ساتھ چھاپ دیا اور حیا اور شرم سے الگ ہو کر ایک بے اصل تراش خراش سے ایک ناواجب اعتراض ہم پر بنایا اور جس شنیع کام کا آپ ارتکاب کیا اُس کی طرف ذرہ بھی خیال نہ آیا۔ ہم لاہور کے معزز آریہ سماج والوں کو اِس طرف توجہ دلاتے ہیں کہ ان لوگوں کی جلدی سے خبر لیں ورنہ جن نالائق منصوبوں اور بُرے خیالات کی اس سماج میں کھچڑی

پکتی رہتی ہے اُس کا انجام ہر گز بہتر نہیں ہوگا۔ کیا یہ بات قرین قیاس نہیں کہ جس نے آج یہ واردات کی کل اس سے بڑھ کر چاند چڑھائے گا۔ کیا اِنہیں کرتوتوں سے آریہ سماج روشن ہوجائے گی۔ کیا چوروں کے سَو دن کے بعد ایک دن کسی **سادھ** کا نہیں آئے گا۔ اسی واردات کو دیکھئے کہ لالہ بشن داس نے اپنی شرافت سے صبر کیا اور مقدمہ کو عدالت تک نہ پہنچایا ورنہ سِکھ صاحب اوراس کے رفیقوں کو بیگانہ صندوق میں ہاتھ ڈالنے کا ابھی مزہ معلوم ہوجاتا ہماری دانست میں یہ مقدمہ اب بھی دائر ہونے کے لائق ہے کیونکہ گو لالہ بشن داس کے زیور وغیرہ کا کچھ نقصان نہیں ہوا۔ خیر بچی مگر خطوط کی چوری بھی حسب قانون مروّجہ انگریزی ایک چوری ہے۔ جس کی سزا میں شاید تین سال تک قید ہے **مسروقہ خطوں کے پیش ہونے سے ثابت ہوسکتا ہے** کہ اُن خطوط میں کوئی بھی ایسی تحریر نہیں تھی جو اس **سکھ** یا اس کے دوسرے یاروں سے کچھ تعلق رکھتی ہو۔ بلکہ وہ صرف ایک حسابی معاملہ کے خطوط تھے جو فقط لالہ بشن داس کی ذات سے تعلق رکھتے تھے اوراُس کے نجی کے مطالب پرمشتمل تھے جن کا بے اجازت کھولنا بھی ایک جُرم تھا **اب انصاف کی جگہ ہے** کہ جن لوگوں کے اپنے ذاتی چال چلن کا یہ حال ہو کہ چوری تک حلال ہے وہ ہم پر کوئی اعتراض کرنے کے لئے کوشش کریں اور اعتراض بھی کیا عمدہ کہ بشن داس کو اس کے امر متعلق کے مخفی رکھنے کی تعلیم کی حالانکہ کسی عقل مند کی یہ رائے نہیں ہوسکتی کہ انسان اپنے تمام اسرار کو عام طور پر فاش اور شائع کردیا کرے تب اس کا نام راست گو ہوگا ورنہ نہیں۔ غور سے دیکھنا چاہیئے کہ جسقدر

امور ملکی مدنی و منزلی اور خود فرد فرد کے ذاتی ہیں۔ ان میں سے کسی میں بھی یہ بات نہیں ہے کہ ہر وقت اور ہر جگہ اُن کے رازوں کا افشا کرنا مصلحت ہو یا عدم افشا کا نام مکر اور فریب رکھا جائے۔ خدا تعالےٰ نے دل و زبان وغیرہ قوئ انسان کو عطا فرما کر اُن کے مناسب استعمال کے لئے اُسے ذمہ دار بنایا ہے اور ہر ایک بات کی عمدگی اور خوبی دکھلانے کے لئے جدا جدا مواقع اور محل اور وقت اُس بات کے مقرر کئے ہیں کوئی خلق خواہ کیسا ہی عمدہ ہو مگر جب وہ بے محل اور بے وقت صادر ہوگا تو ساری خوبی اور خوبصورتی اُس کی خاک میں مل جائے گی اور کوئی مفید چیز اپنے فواید ہرگز ظاہر نہیں کرے گی جب تک وہ ٹھیک ٹھیک اپنے وقت پر استعمال میں نہ لائی جائے۔ **خدا تعالےٰ کی سچی اطاعت اور نوع انسان کی حقیقی بھلائی** وہی شخص بجا لا سکتا ہے جو وقت شناس ہو ورنہ نہیں۔ مثلاً ایک شخص گو راست گو ہے مگر اپنی راستی کو حکمت کے ساتھ ملا کر استعمال نہیں کرتا بلکہ لاٹھی کی طرح مارتا ہے اور بے تمیزی سے ایک شریف خصلت کو بے محل کام میں لاتا ہے تو وہ ایک حکیم منش کے نزدیک ہرگز قابلِ تعریف نہیں ٹھہرتا۔ ایسے کو جاہل نیک بخت کہیں گے۔ نہ دانا نیک بخت اگر کوئی اندھے کو اندھا اندھا کر کے پکارے اور پھر کسی کے منع کرنے پر یہ کہے کہ میاں کیا میں جھوٹ بولتا ہوں تو اُسے یہی کہا جائے گا کہ بے شک تو راست گو ہے مگر احمق یا شریر کہ جس راستی کے اظہار کی تجھے ضرورت ہی نہیں اُس کو واجب الاظہار سمجھتا ہے اور اپنے بھائی کے دل کو دُکھاتا ہے۔ اسی طرح اخلاقی امور کا تمام **عقد جواہر** اسی ایک ہی رشتہ سے

بستہ ہے کہ ہر ایک خُلق اپنے وقت پر صادر ہو۔ درشتی۔ نرمی۔ عفو۔ انتقام۔ غضب حلم۔ منع۔ عطا سب وابستہ باوقات ہیں۔ اور اُن کی خوبصورتی اور بہتری بھی تب ہی ظہور میں آتی ہے کہ وہ عین اپنے محل پر استعمال کئے جائیں۔ یہی قرآنی فلاسفی ہے جس پر عقلِ سلیم شہادت دیتی ہے۔

غرض جو کچھ اس اعتراض میں نیک بخت آریوں نے ہم پر طعن کرنا چاہا ہے وہ سراسر اُن کی نادانی اور کارستانی ہے وہ آج کل بہتان اور افترا کے پتھروں سے دوسروں کو مجروح کرنا چاہتے ہیں مگر اُنہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ پتھر انہیں پر پڑیں گے نہ دوسروں پر۔

کوئی چیز ایسی چھپی ہوئی نہیں جو آخر ظاہر نہ ہو پس اگر ہم درحقیقت فریب پر ہیں تو یہی فریب ہمیں ہلاک کرے گا۔ لیکن اگر ہم راستی پر ہیں اور وُہ جو ہمارے دل کو دیکھ رہا ہے وہ اس میں کچھ فریب نہیں پاتا تو اگر آریوں کے پہلے اور آریوں کے پچھلے اور آریوں کے زندے اور آریوں کے مُردے بلکہ تمام اوّلین آخرین مخالف ہمارے نابود کرنے کے لئے جمع ہو جائیں تو ہمیں ہرگز نابود نہیں کر سکتے۔ جب تک ہمارے ہاتھ سے وہ کام انجام پذیر نہ ہو جائے جس کے لئے اللہ جلّ شانہٗ نے ہمیں مامور کیا ہے۔ سو آریوں کے افترا اور بہتان اور قتل کرنے کی دھمکیاں سب ہیچ اور بے اثر ہیں جن سے ہم ڈرتے نہیں۔ اگر ان کا حسد سے یہ خیال ہو کہ لوگ ان کی طرف کیوں رجوع کرتے ہیں ان کو کسی تدبیر سے بند کرنا چاہیئے۔ تو اُنہیں سمجھنا چاہیئے کہ لوگ درحقیقت کچھ چیز ہی نہیں اور نہ ہماری لوگوں پر نظر ہے

ایک ہی ہے جو اُن کو کھینچ کر لاتا ہے اور نیز یاد رکھنا چاہیئے کہ ہم بدظن لوگوں سے ہرگز نہیں ڈرتے اور اگر بدظن لوگ اتنے ہو جائیں کہ دنیا میں سما نہ سکیں تو وہ درحقیقت اپنا نقصان کریں گے نہ ہمارا اور سچ تو یہ ہے کہ ہماری نظر میں تمام دُنیا بجز اُس ایک کے یا اُس کے مخلص محبّوں کے جتنے اور لوگ ہیں خواہ وُہ بادشاہ ہیں یا امیر ہیں یا وزیر ہیں یا راجے ہیں یا نواب ہیں ایک مرے ہوئے کیڑے کی مانند بھی نہیں ہاں ہم اپنے محسنوں کے شکر گزار ہیں ایسا ہی گورنمنٹ برطانیہ کے بھی کیونکہ بڑا بدذات وہ شخص ہے جو اپنے محسن کا شکر گزار نہ ہو۔

سوا اے آریو تم غلطی پر ہو یقیناً سمجھو کہ تم غلطی پر ہو۔ ہمارا خدا ہمارے ساتھ ہے اور تم کچھ بھی ہمارا بگاڑ نہیں سکتے۔ اگر تم نے ہمیں فریبی کہا تو اس سے ہم کچھ غصّہ بھی نہیں کرتے کیونکہ رگ وید میں تمہارے پرمیشر کا نام بھی فریبی ہے۔ اور وہ شرتی یہ ہے اے اِندر تو نے سوشنا کو فریب سے قتل کیا۔ دیکھو رگ وید اشٹک اول انوکا ۳ سکت ۴ شرتی نمبر۔ سو جب کہ اِندر پرمیشر اپنے فریب سے قتل کا مرتکب ہوا تو کیا اُس سے بڑھ کر کوئی اور بھی فریب ہوگا۔ دیانند کی فریبوں سے بھی آپ ناواقف نہیں ہوں گے۔ اوّل تو وہ پاک زبان ایسے تھے کہ ادنےٰ رنج سے اپنے معزز مخالفوں کو کُتّا اور بلّا اور سؤر کہہ دیا کرتے تھے۔ پھر موچھیدرن جو انہوں نے ایک رسالہ راجہ شیو پرشاد ستارۂ ہند کے جواب میں بنایا ہے گویا وہ اُن کی اخلاقی حالت کا آئینہ دار ہے جس میں راجہ صاحب کو کسی جگہ تو پاگل کہا ہے اور کسی جگہ گنوار اور کسی جگہ مورکھ اور کسی جگہ کُتّے سے تشبیہ دی ہے۔ اور سنیاسی بنکر

بات بات پر جھاگ اگلی ہے۔ دیکھو بھارت متر مطبوعہ ۲۷۔ اگست ۱۸۸۰ئہ
ہم نے جو اپنے کسی صفحہ گذشتہ میں اس پنڈت کی نسبت گنڈ کا لفظ استعمال
کیا ہے تو وُہ اِسی گندہ زبانی کی وجہ سے ہے جس کا جا بجا شُہرہ ہو گیا
یہاں تک کہ پنڈت شیو نارائن صاحب کو بھی اپنے رسالہ برادر ہند ستمبر
واکتوبر ۱۸۸۰ئہ میں یہ مشہور واقع لکھنا پڑا۔ ماسوا اس کے اگر اُن کے فریب کا
کچھ نمونہ دیکھنا ہو تو پرچہ دھرم جیون ۱۳۔ مارچ ۱۸۸۶ئہ کو دیکھنا ہی
کافی ہے کہ پہلے انہوں نے منشی اِندرمن کے مقدمہ کے لئے ہندوؤں
میں ایک جوش دیکھ کر اور چندہ دینے پر مستعد پا کر تاڑ لیا کہ تنور تو بہت
گرم ہے بہتر ہو کہ اس میں ہماری بھی کوئی روٹی پک جائے تب جھٹ پٹ
پنڈت جی نے اندرمن کو بذریعہ تار خبر دی کہ مَیں تمہارا ہمدرد ہوں تمہیں
آنا چاہیئے۔ خیر وُہ اُن کے پاس اُفتاں وخیزاں میرٹھ میں آیا۔ پنڈت صاحب
نے باتیں بنا کر اجازت لے لی کہ چندہ ہم جمع کراتے ہیں پھر تو روپیہ پر روپیہ
آتے دیکھ کر سنیاسی صاحب کی ایسی نیت بدل گئی کہ سارا روپیہ نگل
جانا چاہا۔ مگر منشی اندرمن بھی تو ایک پُرانا خُورندہ تھا۔ جس نے ایسے کئی
سنیاسی کھاپی چھوڑے تھے۔ اُس نے پنڈت جی کے طور بے طرح دیکھ کر
مراد آباد سے چٹھی لکھی کہ تم نے میرے نام سے ہزاروں روپیہ اکٹھا
کر لیا ہے اور مجھ کو ایک کوڑی تک دینا نہیں چاہتے۔ اور
خود ہضم کرنا چاہتے ہیں۔ پس مَیں آپ کے اِس جھوٹے
سنیاس کی قلعی کھولنے کو تیار ہوں۔

اس چٹھی کو دیکھکر پنڈت جی سمجھ گئے کہ اب یہ ہماری بری طرح خبر لیگا۔ اسی وقت کچھ قدر قلیل بھیجکر راضی کرنا چاہا۔ مگر وہ کب راضی ہوتا تھا۔ اُسی وقت اس نے ایک لمبا چوڑا اشتہار چھپوایا جس کا ایک پرچہ ہمارے قادیان میں بھی آیا تھا۔ اُس پرچہ میں بھی سنیاسی صاحب کی اِس کارروائی کا بہت کچھ ذکر تھا پنڈت دیانند نے اس کا جواب چھپوایا۔ اُس طرف سے ایک ایسا جواب الجواب چھپا جس سے پنڈت صاحب کی دروغ گوئی کی ساری حقیقت کھل گئی۔ اس کے بعد پنڈت جگن ناتھ نے دیانندی فریبوں کا ایک رسالہ مشتہر کیا جس کو پڑھ کر کل آریہ سماجوں میں ایک تہلکہ پڑ گیا۔ اسی اثناء میں لوگوں کو یہ بھی خبر ملی کہ درحقیقت یہ شخص رکابی مذہب ہے کبھی تناسخ کا قائل کبھی منکر کبھی بشنو فرقہ کی تائید میں کبھی شیو پنتھ کی حمایت میں اور کبھی دہریوں کا مددگار۔ غرض پیٹ کے دکھ سے کبھی کچھ کبھی کچھ جیسا کہ دھرم جیون دسمبر ۱۸۸۳ء میں اس کی تفصیل یہ ہے ان باتوں کے سننے سے لوگوں کے دل ٹوٹ گئے اور صرف احمق لوگ پھنسے رہ گئے اور باقی سب دانا دیانند کی پیچ سے نکل گئے معلوم ہوتا ہے کہ دیانند کی موت کا اصلی موجب یہی ندامتیں تھیں جو یک بیک اس کو اپنی کرتوتوں سے اٹھانی پڑیں۔

اب لیجئے سنیاسی صاحب سے ہماری کارروائی کا مقابلہ کر لینا چاہیئے اگر ہم نے لالہ بشن داس کو لکھا بھی کہ تم نے یہ امر مخفی رکھنا تو کیا ہم نے یہ بھی لکھا تھا کہ ہمارا ارادہ ہے کہ دوسروں کا روپیہ مار لیں۔ اور اگر یہی بات ہوتی کہ ہم بابو محمد صاحب اور منشی عبدالحق صاحب کو اُن کا روپیہ دینا نہیں چاہتے تھے تو پھر کیوں اُسے اخبار چھاؤنی میں اُنہیں روپیہ لینے کیلئے پیغام دیا جاتا۔ دونوں صاحبان ایماناً اس بات کی شہادت دے سکتے ہیں کہ اول ہم نے بابو محمد صاحب کو میاں فتح خان کی معرفت اور شاید خود بھی اپنا روپیہ لینے کے لئے کہا تو انہوں نے جواب دیا کہ میرا کچھ قرضہ نہیں میں نے سب کچھ بطور امداد دیا ہے۔ پھر منشی عبدالحق صاحب کی خدمت میں لکھا گیا کہ اب روپیہ آتا جاتا ہے آپ

صلعم
پانسو روپیہ اپنا قرضہ لے لیں تو اُنہوں نے جواب بھیجا کہ میرے قرضہ کا آپ کو فکر نہیں کرنا چاہیئے۔ آپ اُسی روپیہ سے رسالہ سراج منیر کو چھاپیں - اب تھیں اے آریو! ذرہ شرمندہ ہونا چاہیئے۔ کہ گو ہم نے اُسے انبالہ چھاؤنی میں ان مخلص دوستوں کو روپیہ لینے کے لئے کہا مگر انہوں نے وُہ جواب دیئے جو اُوپر لکھے ہیں اور اندرمن اور دیانند بھی باہم دوست ہی تھے مگر اخیر میں جو کچھ نجاست نکلی وُہ ظاہر ہے۔

قولہٗ۔ جس قدر براہین احمقیہ میں الہامات لکھے ہیں سب انہیں فن و فریب سے بنائے گئے ہیں۔

اقول۔ فن و فریب تو دیانند کا خاصہ ہے جو اُسی کے قومی بھائی اندرمن نے ثابت کر کے بھی دکھلا دیا۔ پھر اس کی تعلیم سے تم لوگوں کا خاصہ جو چوری کرنے سے بھی نہ ڈرے اور براہین احمدیہ کا نام براہین احمقیہ کرکے بار بار لکھنا یہ بید بے ثمر کی تہذیب ہے۔ ان بیدوں نے بجز گالیوں اور بد زبانیوں کے اور کیا سکھلایا؟ جا بجا اوّل سے آخر تک یہی شُرتیاں ویدوں میں پائی جاتی ہیں کہ اے اندر ایسا کر کہ ہمارے سارے دشمن مر جائیں اُن کے بچے مر جائیں اور ہمیشہ کے لئے اُن کی دولت اُن کا مُلک ان کی گئوئیں گھوڑے زمین وغیرہ سب ہم کو مل جائے۔ لیکن اِندر کی خدائی تو خوب ثابت ہوئی کہ ایک طرف دُعائیں تو یہ اور دُوسری طرف بجائے دشمنوں کے ہلاک ہونے کے آپ ہی ہندو لوگ تبہ ہوتے گئے۔ چنانچہ مدّت دراز سے یہودیوں کی طرح بجز محکومیّت اور غلامانہ اطاعت کے

اور کسی جگہ اِس قوم کی سلطنت باقی نہیں رہی۔ کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ وید کے رشی الہام الٰہی سے بالکل خالی اور قبولیت الٰہی سے بالکل بے بہرہ تھے۔ جن کی ہزاروں دُعاؤں کا خاک بھی اثر نہ ہُوا بلکہ اُلٹی پڑیں۔ الہامی دُعا کا ظہور میں نہ آنا اُس الہام کے جھوٹے ہونے کی نشانی ہے اور نیز ایسا پرمیشر دُعا کیوں کر قبول کر سکے جس کی نسبت لکھا ہے کہ وہ سوم کا رس پینے سے زندہ اور فربہ رہتا ہے۔ ورنہ اس کی خیر نہیں۔ دیکھو دُوسرا ادھیا اشٹک اوّل رگ وید۔ اور ہمارے الہامات کا نام فریب رکھنا یا فریب سے بنایا جانا دعوےٰ کرنا یہ اُس وقت بند درزادوں کو زیبا تھا۔ کہ جب ہمارے بُلانے پر وُہ ہمارے دروازہ پر آبیٹھتے۔ لیکن ہم نے سُرمہ چشم آریہ میں چہل روزہ اشتہار بھی جاری کر کے دیکھ لیا کسی ہندو نے کان تک نہیں ہلایا۔ خیال کرنا چاہیئے۔ کہ جو شخص تمام دُنیا میں اپنے الہامی دعوے کے اشتہار بھیج کر سب قسم کے مخالفوں کو آزمایش کے لئے بُلاتا ہے۔ اس کی یہ جرأت اور شجاعت کسی ایسی بنا پر ہو سکتی ہے جو نرا فریب ہے کیا جس کی دعوت اسلام و دعوےٰ الہام کے خطوں نے امریکہ* اور یورپ کے دُور دُور ملکوں تک ہل چل مچادی ہے

---

* نوٹ۔ امریکہ سے ابھی ہمارے نام ایک چٹھی آئی ہے جس کے مضمون کا خلاصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

صاحب من ایک تازہ پرچہ اخبار اسکاٹ صاحب ہمہ اوستی میں میں نے آپ کا خط پڑھا جس میں آپ نے ان کو حق دکھانے کی دعوت کی ہے اس لئے مجھ کو اس تحریک کا شوق ہوا۔ میں نے مذہب بدھ اور براہمن مت کی

کیا ایسی استقامت کی بنیاد صرف لاف و گزاف کا خس و خاشاک ہے
کیا تمام جہان کے مقابل پر ایسا دعوےٰ وہ مکّار بھی کر سکتا ہے کہ جو
اپنے دل میں جانتا ہے کہ مَیں جھوٹا ہُوں۔ اور خدا میرے ساتھ نہیں
افسوس آریوں کی عقل کو تعصّب نے لے لیا۔ بغض اور کینہ کے غبار سے
ان کی آنکھیں جاتی رہیں۔ اب اس روشنی کے زمانہ میں وید کو خدا
کا کلام بنانا چاہتے ہیں۔ نہیں جانتے کہ اندر اور اگنی کا مدّت سے زمانہ
گذر گیا۔ کوئی کتاب بغیر خُدائی نشانوں کے خدا تعالےٰ کا کلام کب بن سکتی
ہے۔ اور اگر ایسا ہی ہو تو ہر یک شخص اُٹھ کر کتاب بنا دے اور اس کا
نام خدا تعالےٰ کا کلام رکھ لیوے۔ اللہ جلّ شانہٗ کا وہی کلام ہے جو الٰہی
طاقتیں اور برکتیں اور خاصیّتیں اپنے اندر رکھتا ہے سو آؤ جس نے
دیکھنا ہو دیکھ لے وُہ قرآنِ شریف ہے جس کی صدہا رُوحانی خاصیّتوں
میں سے ایک یہ بھی ہے کہ سچّے پیرو اُس کے ظِلّی طور پر الہام پاتے ہیں اور
تادمِ مرگ رحمت اور برکت ان کے شامل ہوتی ہے سو یہ خاکسار اُسی آفتاب

ص ۳۷

بقیہ حاشیہ

بابت بہت کچھ پڑھا ہے اور کسی قدر تعلیمات **زردشت و کنفیوشس**
کا مطالعہ بھی کیا ہے لیکن محمدؐ صاحب کی نسبت بہت کم۔ مَیں راہ راست کی
نسبت ایسا مذبذب رہا ہوں اور اب بھی ہُوں کہ گو مَیں **عیسائی گروہ**
کے ایک گرجا کا امام ہوں مگر سوائے معمولی اور اخلاق نصیحتوں کے
اور کچھ سکھانے کے قابل نہیں۔ غرض میں سچ کا متلاشی ہوں اور آپ سے اخلاص رکھتا ہوں
آپ کا خادم **الیگزنڈر آر ویب** ۔ پتہ ۔ ۳۰۲۱ ۔ ایسٹرن اڈیوسینٹ ورٹ مسوری اضلاع متحدہ امریکہ

حقیقت سے فیض یافتہ اور اُسی دریائے معرفت سے قطرہ بردار ہے
اب یہ ہندو روشن چشم جو اس الٰہی کاروبار کا نام فریب رکھ رہا ہے
اس کے جواب میں لکھا جاتا ہے کہ ہرچند اب ہمیں فرصت نہیں کہ بالمواجہ
آزمایش کے لئے ہر روز نئے نئے اشتہار جاری کریں۔ اور خود رسالہ
سراج منیر نے اِن متفرق کارروائیوں سے ہمیں مستغنی کردیا ہے لیکن
چونکہ اس وزدمنش کی رُوبہ بازیوں کا تدارک ازبس ضروری ہے جو مدت
سے بُرقع میں اپنا مونہہ چھپا کر کبھی اپنے اشتہاروں میں ہمیں گالیاں دیتا
ہے کبھی ہم پر تہمتیں لگاتا ہے اور فریبوں کی طرف نسبت دیتا ہے۔
اور کبھی ہمیں مفلس بے زر قرار دے کر یہ کہتا ہے کہ کس کے پاس مقابلہ
کے لئے جاویں وہ تو کچھ بھی جائیداد نہیں رکھتا۔ ہمیں کیا دے گا۔ کبھی ہمیں قتل
کرنے کی دھمکی دیتا ہے اور اپنے اشتہاروں میں ۲۷۔ جولائی ۱۸۸۶ء سے
تین برس تک ہماری زندگی کا خاتمہ بتلاتا ہے۔ ایسا ہی ایک بیرنگ خط
میں بھی جو کسی انجان کے ہاتھ سے لکھایا گیا ہے جان سے مار دینے کے لئے
ہمیں ڈراتا ہے۔ لہذا ہم بعد اِس دُعا کے کہ یا الٰہی تو اس کا اور
ہمارا فیصلہ کر۔ اس کے نام یہ اعلان جاری کرتے ہیں۔ اور خاص
اُسی کو اِس آزمایش کے لئے بلاتے ہیں کہ اب بُرقع سے مونہہ نکال کر ہمارے
سامنے آوے اور اپنا نام و نشان بتلاوے اور پہلے چند اخباروں میں
شرائط متذکرہ ذیل پر اپنا آزمایش کے لئے ہمارے پاس آنا شائع
کرکے اور پھر بعد تحریری قرارداد چالیس دن تک امتحان کے لئے

ہماری صحبت میں رہے۔ اگر اس مدت تک کوئی ایسی الہامی پیشگوئی
ظہور میں آگئی جس کے مقابلہ سے وہ عاجز رہ جائے تو اسی جگہ اپنی لمبی
چوٹی کٹا کر اور رشتہ بے سود زنار کو توڑ کر اس پاک جماعت میں
داخل ہو جائے جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی توحید سے اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ
کی کامل رہبری سے گم گشتگانِ بادیہ شرک و بدعت کو صراط مستقیم
کی شاہ راہ پر لاتے جاتے ہیں پھر دیکھے کہ بے انتہا قدرتوں اور طاقتوں
کے مالک نے کیسے ایک دم میں اندرونی آلائشوں سے اسے صاف کر دیا
ہے اور کیونکر نجاست بھرا ہوا لتہ ایک صاف اور پاک پیرایہ کی صورت
میں آگیا ہے لیکن اگر کوئی پیش گوئی اس چالیس دن کے عرصہ میں ظہور میں
نہ آئے تو چالیس دن کے حرجانہ میں سو روپیہ یا جس قدر کوئی ماہواری
تنخواہ سرکار انگریزی میں پا چکا ہو اس کا دو چند ہم سے لے لے۔ اور
پھر ایک وجہ معقول کے ساتھ تمام جہان میں ہماری نسبت منادی کرا دے
کہ آزمائش کے بعد میں نے اس کو فریبی اور جھوٹا پایا یکم اپریل ۱۸۸۶ء
سے اخیر مئی ۱۸۸۶ء تک اسے مہلت ہے اور یہ بھی واضح رہے کہ اس کے
اطمینان کے لئے روپیہ کسی برہمو صاحب کے پاس رکھا جائیگا جو دونوں فریق
کے لئے بطور ثالث ہیں اور وہ برہمو صاحب ہمارے جھوٹا نکلنے کی حالت میں
خود اپنے اختیار سے جو پہلے بذریعہ تحریر خاص انکو دیا جائیگا اس آریہ فتحیاب کے
حوالہ کر دینگے۔ اور اگر اب بھی روپیہ لینے میں دھڑکا ہو تو اس عمدہ تدبیر پر کہ خود
آریہ صاحب سوچیں عمل کیا جائیگا۔ مگر روپیہ بہر صورت ایک معزز برہمو صاحب (ثالث)

کے ہاتھ میں رہیگا لہذا ہم تاکیدًا اس آریہ صاحب کو جس نے ہمارا نام فریبی رکھا الہامات ربانی کو سراسر فریب قرار دیا۔ پورانے وحشی آریوں کی طرح ہمیں گندیاں گالیاں دیں۔ جان سے مارنے کی دھمکیاں سنائیں بآواز بلند ہدایت کرتے ہیں کہ ہماری نسبت تو اُس نے دشنام دہی میں جہاں تک گند اس کی سرشت میں بھرا ہوا تھا سب نکالا لیکن اگر وہ حلال زادہ ہے تو اب امتحان کے لئے بپابندی شرائط متذکرہ بالا سیدھا ہمارے سامنے آجائے تاہم بھی دیکھ لیں کہ اس فرشتہ خوشستہ زبان کی شکل کیسی ہے اور اگر اخیر مئی ۱۸۸۶ء تک مقابل پر نہ آیا اور نہ اپنی مادری خصلت سے باز رہا تو دیکھو میں بعد شاہد حقیقی کے زمین و آسمان اور تمام ناظرین اس رسالہ کو گواہ رکھ کر ایسے یاوہ اور جنگجو کو مندرجہ ذیل انعام جو فی الحقیقت نیش زنی اور رہزنی اور ظالم منشی کی حالت میں اُسی کے لائق ہے دیتا ہوں تا میں دیکھوں کہ اب وہ سوراخ سے نکل کر باہر آتا ہے یا اس نیچے لکھے ہوئے انعام کو بھی نگل جاتا ہے اور وہ انعام بحالت اُس کے نہ آنے اور بھاگ جانے کے یہ ہے۔

۱ ایک لعنت ــــــــــــــــــــــــ

۲ دو لعنت ــــــــــــــــــــــــ

۳ تین لعنت ــــــــــــــــــــــــ

۴ چار لعنت ــــــــــــــــــــــــ

۵ پانچ لعنت ــــــــــــــــــــــــ

۶ چھ لعنت ــــــــــــــــــــــــ

۷ سات لعنت ــــــــــــــــــــــــ

۸ آٹھ لعنت ــــــــــــــــــــــــ

۹ نو لعنت ــــــــــــــــــــــــ

۱۰ دس لعنت ــــــــــــــــــــــــ

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ

اب ہم اِس موقع پر اُن چند آریہ صاحبوں کا نام درج کرتے ہیں۔ جو ہماری بعض الہامی پیش گوئیوں کے گواہ ہیں۔ یُوں تو ظاہر ہے کہ آج کل بباعث ایک تعصّبی آگ کے بھڑکنے کے جو آریوں کو پیر دل سے لے کر دماغ تک جلا رہی ہے ایسی اس قوم کی یک دفعہ حالت بدل گئی ہے کہ اگر کسی قدر شریف آدمی بھی اِن میں ہیں تو وہ بھی کھڑپنچوں کے شور و غوغا کے خوف سے دبے بیٹھے ہیں۔ کیونکہ ایمانی قوت تو رکھتے ہی نہیں کہ تا اِن بَک بَک کرنے والوں کی لعن وطعن کی کچھ پروا نہ رکھیں۔ بلکہ ایک ہی دھمکی سے مثلاً اِسی قدر کہنے سے کہ برادری سے نکالے جاؤ گے لڑکے لڑکیاں بیاہی نہیں جائیں گی۔ رشتے ناطے سب چھوٹ جائیں گے۔ لالہ صاحبوں کے رنگ زرد اور بدن پر لرزہ شروع ہو جاتا ہے اور پھر تو وہ حالت ہو جاتی ہے کہ جس قدر کسی مسلمان پر تہمت بہتان الزام لگانا چاہیں یا جو کچھ افترا پردازوں کی طرف اشتہار وغیرہ کے چھپوانے کی تجویز ہو۔ جھٹ پٹ دستخط کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ اِسی ترکیب سے آج کل قادیان کے ہندو اشتہارات جاری کر رہے ہیں۔

ایں نہ از خود ہست جوشِ جانِ شان دستِ کھڑپنچاں کشد دامانِ شان

غرض یہ لوگ جو سراسر افترا کے طور پر اشتہارات جاری کرتے رہتے ہیں۔ اور پھر ان میں اکثر گندے لفظ اور گالیاں بھی دیتے ہیں تو در اصل اس کا یہی باعث ہے کہ وُہ اپنے خواہ نخواہ کے جمعداروں پر ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ہم سچّے دل سے مُسلمانوں کے ذاتی دشمن ہیں اور

ایسے پختہ ہیں کہ سر جائے دھرم جائے۔ ایمان جائے مگر بازی نہ جائے۔ سو اَب اِسی بنا پر سب کارروائی ہوتی ہے۔ اور لالہ شرم پت اور ملاوامل ساکنانِ قادیان کی طرف سے جو ایک اشتہار شائع ہوا تھا۔ جو ہم مرزا کو فریبی جانتے ہیں ملہم من اللہ نہیں سمجھتے۔ وُہ بھی درحقیقت قومی دیوی کو بھینٹ چڑھائی گئی تھی۔ ورنہ جو واقعی بات ہے اس کو تو اُن کا جی خوب جانتا ہے۔ مگر اسی خیال سے جو ہم اُوپر ذکر کر آئے ہیں۔ ان ہر دو آریوں نے بھی افتراؤں پر کمر بستہ کر رکھی ہے اور یہ خیال یک لخت بھلا دیا کہ ہمارے سر پر خدا بھی ہے سو چونکہ خدا تعالیٰ کا قانون قدرت ایک اقبال مند کے لئے جیسے دوستوں کے وجود کو چاہتا ہے ایسے ہی دشمنوں کے وجود کو بھی۔ اس لئے ہم ان دشمنوں کے وجود کو بھی خالی از حکمت نہیں سمجھتے کیونکہ شمع صداقت کے لئے پروانوں کا ہونا بھی ضروری ہے۔ آفتاب باوجود اتنی مقدار اتنی بلندی اور اتنی تیز شعاعوں کے دشمنوں سے امن میں نہیں اور دشمن بھی وہی جو درحقیقت اُسی کے آوردہ اور دست پروردہ ہیں۔ ایک طرف بادل اُس کا دشمن ہے جو اُس کی نورانی صورت پر اپنی سیاہ چادر کا پردہ ڈالنا چاہتا ہے اور ایک طرف غبار اس سے عداوت کر رہی ہے۔ جو اس کے صاف چہرہ پر دھبہ لگانا چاہتی ہے لیکن آفتاب اُنہیں اپنے نورکشفی سے کہتا ہے کہ اے بادل تو کیوں اتنا اونچا ہوتا ہے تو عنقریب قطرہ قطرہ ہو کر بعد انکسار زمین پر گرے گا اور اے غبار تو اُس کے ساتھ ہی معدوم ہو جائے گی سو بخیال تعصبات مذکورہ بالا یہ تو ہم

جانتے ہیں کہ آج کل آریوں کے اجتماعی جوش نے جو فاقۃ الموت کی طرح آخری دم میں اُن میں پیدا ہو گیا ہے بے طرح انہیں بخوف اور چالاک کر رکھا ہے جس سے وہ اپنے پرمیشر کے پرمیشرین کو ہی جواب دیئے جاتے ہیں۔ اور راست گوئی اور حیا اور شرم سے بھی فارغ ہو بیٹھے ہیں لیکن چونکہ سچائی ایک ایسی چیز ہے جو کسی نہ کسی حکمتِ عملی سے اپنا چہرہ نورانی دکھا ہی دیتی ہے۔ اِس لئے آخر ہمیں بھی سوچتے سوچتے ایک تدبیر چور پکڑنے کی سُوجھ گئی اور وہ یہ ہے کہ اسی رسالہ میں ایک فہرست ایسی پیش گوئیوں کی جن کے آریہ لوگ گواہ ہیں لکھی جائے اس طرح پر کہ اوّل نمبر شمار اور پھر نام آریہ اور پھر بحاذی ہریک نام کے جُدا جُدا ان پیشگوئیوں کی تفصیل لکھی جائے جن کے وقوع کا گواہ وہ آریہ ہو جس کا محاذات میں نام درج ہو اور پھر ایسے نقشہ اِمہ وار کے شائع ہونے کے بعد جو ابھی لکھا جاتا ہے قادیان کے آریوں پر جو فساد پھیلانے کی جڑ ہیں فرض ہو گا کہ اگر وہ حقیقت میں ہمیں فریبی سمجھتے ہیں تو اِسی قادیان میں ایک جلسہ عام میں ایک ایسی قسم کھا کر جو ہریک شہادت کے نیچے لکھی جائے گی اِن الہامی پیش گوئیوں کی نسبت لاعلمی ظاہر کریں۔ تب ہم بھی اُن کا پیچھا چھوڑ دیں گے اور اُس قادر مطلق کے حوالہ کر دیں گے جو دروغ گو کو بے سزا نہیں چھوڑتا۔ اور بے عزتی سے اپنے مالک کے نام لینے والے کو ایسا ہی بے عزت کرتا ہے جیسا کہ وہ جھوٹی قسم اللہ جلشانہٗ کی کھا کر اس ذوالجلال کی عزت کی کچھ پرواہ نہیں کرتا۔ لیکن اگر اب بھی آریوں نے یہ کھُلا کھُلا فیصلہ نہ کیا اور صرف جعلسازی کی اوٹ میں دُور سے تیر مارتے

صلہ

رہے اور گھر میں کچھ اور باہر کچھ اور اخباروں اشتہاروں میں کچھ اور دوسرے لوگوں کے پاس کچھ کہتے رہے۔ تو اے ناظرین آپ لوگ سمجھ رکھیں کہ یہی اِن کی ہٹ دھرمی اور دروغ گوئی کی نشانی ہے۔ بہرحال اب اس جلسہ کی نہایت ضرورت ہے تاہم بھی دیکھ لیں کہ سچ کا اختیار کرنا اور جھوٹ کا تیاگنا کہاں تک اُن میں پایا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ جس قدر ہم نے الہامات نیچے درج کئے ہیں یہ محض بطور نمونہ درج کئے گئے ہیں اور بہت سی الہامی پیشگوئیاں جن کے یہی آریہ لوگ اور اِن کے دوسرے بھائی گواہ ہیں۔ بخوفِ طوالت چھوڑ دی گئی ہیں۔ لیکن بوقت انعقاد جلسہ سب کا ذکر ہوگا۔

خوش بود گر محک تجربہ آید بمیاں تا سیہ رُوئے شود ہر کہ در و غش باشد

اب چند الہامی پیش گوئیاں بطور نمونہ نقشہ ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

نمبر	نام آریہ	کس الہام یا کشف کا گواہ ہے۔
۱	کیسوں والا آریہ بھائی کشن سنگھ ساکن قادیان	محمد حیات خان جج کا اُس جُرم سے رہائی پا جانا جس میں وہ ماخوذ ہو کر اور بے طرح زیرِ عتاب گورنمنٹ آکر ایک مُدت تک معطل رہا ایک نہائیت بعید از قیاس بات تھی سو اُن دنوں میں مَیں نے اُسکے حق میں بہت سی دُعا کی کیونکہ اِس خاندان سے کسی قدر مخلصانہ اُس کا تعلق تھا چنانچہ بفضلہٖ تعالیٰ انجام اس کا مجھ پر کُھل گیا اور مَیں نے قبل از وقوع پانچ یا چھ ماہ کے قریب تخمیناً ساٹھ یا ستر آدمیوں کو ہندوؤں اور مسلمانوں میں سے اور نیز اس آریہ اُس کے انجام بہ برّیت کے ایسے نازک وقت میں خبر دیدی کہ جبکہ حیات خان کی نسبت

نمبر	نام آریہ	کس الہام یا کشف کا گواہ ہے
،	وہی آریہ	پُرخوف افواہیں اُڑ رہی تھیں یہاں تک کہ اُسکے پھانسی مل جانے کا بعضوں کو خطرہ تھا۔ سو اگر اس گواہ کے نزدیک یہ بیان صحیح نہیں ہے تو اُسکو چاہیئے کہ جلسہ مجوزہ میں اس مضمون کی قسم کھاوے کہ مَیں اپنے پرمیشر کو حاضر ناظر جان کر سچے دل سے اس کی قسم کھاتا ہوں کہ یہ پیشگوئی ہرگز مجھ کو نہیں بتلائی گئی اور اگر بتلائی گئی ہو اور مَیں نے جھوٹ بولا ہے تو اے سرب شکتی مان پرمیشر مجھ پر اور میرے عیال پر کسی دُکھ کی مار سے اپنی تنبیہ نازل کر۔
٢	لالہ ملاوامل کھتری ساکن قادیان	ملاوامل کو دِق کی بیماری ہو گئی جب وہ خطرہ کی حالت میں پڑ گیا تو اس کے لئے دعا کی گئی الہام ہوا قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَّسَلَامًا۔ یعنی اے تپ کی آگ ٹھنڈی ہو جا۔ پھر خواب میں دکھایا گیا کہ میں نے اُس کو قبر سے نکال لیا ہے یہ الہام اور خواب دونوں قبل از وقوع اُس کو بتلائے گئے چنانچہ چند ہفتہ کے بعد اسکو شفا ہو گئی پھر ایک دن صبح کو الہام ہوا کہ آج ارباب لشکر خان کے قرابتیوں میں سے کسی کا روپیہ آئیگا آزمائش کے طور پر یہی آریہ صاحب ڈاکخانہ میں گئے اور دس روپیہ آنے کی خبر لائے۔ جو ارباب سرور خان لشکر خان کے بیٹے نے بھیجے تھے اگر یہ بیان سچ نہیں ہے تو ملاوامل کو چاہیئے کہ جلسہ مجوزہ میں اس مضمون کی قسم کھاوے کہ مَیں اپنے پرمیشر کو حاضر ناظر جان کر سچے دل سے اُس کی قسم کھاتا ہوں کہ یہ دونوں قسم کی پیشگوئیاں ہرگز مجھ کو نہیں بتلائی گئیں اور اگر بتلائی گئی ہوں اور مَیں نے جھوٹ بولا ہے تو اے سرب شکتی مان پرمیشر مجھ پر اور میرے عیال پر

نمبر	نام آریہ	کس الہام یاکشف کا گواہ ہے۔
۲	وُہی آریہ	کسی دُکھ کی مار سے اپنی تنبیہ نازل کر۔ اور واضح رہے کہ ملا وامل نے اپنے خط ۱۴۔ اگست ۱۸۸۴ء میں جو میر عباس علی صاحب کی طرف اُس نے لکھا تھا جو ہمارے پاس موجود ہے اِن دونوں پیشگوئیوں کی سچائی کا اقرار بھی کرلیا ہے۔
۳	لالہ شرمپت رائے کھتری ساکن قادیان	لالہ شرمپت رائے کا بھائی کسی فوجداری مقدمہ میں ماخوذ ہو گیا تھا۔ چیف کورٹ میں اپیل تھا لالہ شرمپت نے دُعا کے لئے کہا چنانچہ کئی دفعہ دعا کی گئی آخر قبولیت دُعا ہو کر عالم الغیب کیطرف سے ظاہر کیا گیا کہ مثل چیف کورٹ سے دوبارہ تفتیش کے لئے واپس آئے گی اور پھر چھوڑ دیا جائیگا۔ پھر اُس کا دوسرا برہمن رفیق جس کا نام خوشحال ہے رہائی نہیں پائیگا جبتک پُوری پُوری قید بھگت نہ لے سو یہ خبر قبل از ظہور عین خوف و خطر کے وقت میں لالہ شرمپت کو بتلائی گئی اور پھر جب پوری ہوئی تو بذریعہ تحریر اُسکو یاد دلایا گیا تو اُس نے جواب لکھ کر بھیجا کہ اس لئے یہ انجام آپ پر کھولا گیا کہ آپ نیک بخت ہیں۔ دوسری دلیپ سنگھ کی نسبت پیش از وقوع اس کو بتلایا گیا کہ مجھے کشفی طور پر معلوم ہوا ہے کہ پنجاب کا آنا اس کے لئے مقدر نہیں یا تو یہ مرے گا اور یا ذلت اور بے عزتی اُٹھائیگا۔ اور اپنے مطلب سے ناکام رہیگا۔ تیسری پنڈت دیانند کی بابت اس کی موت سے دو مہینے پہلے لالہ شرمپت کو اطلاع دیگئی کہ اب وُہ بہت ہی نزدیک مریگا بلکہ کشفی حالت میں مَیں نے اسکو مُردہ پایا۔ چوتھی ایک اپنے زمینداری مقدمہ کی نسبت جو سرکار کے ساتھ دائر تھا اور کئی سال مختلف عدالتوں میں ہو کر چیف کورٹ تک پہنچا مجھے دُعا کرنے کے بعد یہ الہام

نمبر	نام آریہ	کس الہام یا کشف کا گواہ ہے
״	وہی آریہ	ہوا تھا کہ اُجِیْبُ کُلَّ دُعَائِكَ اِلَّا فِی شُرَکَائِكَ یعنی میں تیری ساری دعائیں جو تُو نے کیں قبول کرونگا۔ پر شرکاء کے بارے میں نہیں۔ سو آخر اس مقدمہ میں شرکاء کو فتح ہوئی۔ اوّل اوّل تو ابتدائی عدالتوں میں شرکاء مغلوب رہے پر آخر چیف کورٹ میں قطعی طور پر فتح پا گئے شاید پچاس سے زیادہ لوگوں کو اس الہام کی خبر ہوگی اور منجملہ اُن کے یہ لالہ صاحب بھی ہیں جن کو شروع مقدمات کے ابتدا میں ہی یہ الہام سُنا دیا گیا تھا۔ پانچویں ایک مرتبہ مسجد میں بوقت عصر یہ الہام ہوا کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ تمہاری ایک اور شادی کروں۔ یہ سب سامان میں خود ہی کرونگا اور تمہیں کسی بات کی تکلیف نہیں ہوگی۔ اس میں یہ ایک فارسی فقرہ بھی ہے ہرچہ باید نوعروسے را ہماں ساماں کنم۔ وانچہ مطلوب شما باشد عطائے آں کنم اور الہامات میں یہ بھی ظاہر کیا گیا کہ وُہ قوم کے شریف اور عالی خاندان ہونگے چنانچہ ایک الہام میں تھا کہ خدا نے تمہیں اچھے خاندان میں پیدا کیا اور پھر اچھے خاندان سے دامادی تعلق بخشا سو قبل از ظہور یہ تمام الہام لالہ شرمپت کو سنا دیا گیا پھر بخوبی اُسے معلوم ہے کہ بغیر ظاہری تلاش اور محنت کے محض خدا تعالیٰ کی طرف سے تقریب نکل آئی یعنی نہایت نجیب اور شریف اور عالی نسب سید زادی جو خواجہ میر درد صاحب مرحوم دہلوی کے روشن خاندان کے یادگار ہیں جن کے علوّ خاندان کو دیکھ کر بعض نوابوں نے انہیں لڑکیاں دی تھیں جیسے نواب

صـ۲۴

نمبر	نام آریہ	کس الہام یا کشف کا گواہ ہے
		امین الدین خان والد بزرگوار نواب علاؤالدین خان والئی ریاست لوہارو کی لڑکی میر ناصر نواب صاحب خسر اس عاجز کے بڑے بھائی کو بیاہی گئی۔ ایسے بزرگوار خاندان سادات سے یہ تعلق قرابت اس عاجز کو پیدا ہوا اور اس نکاح کے تمام ضروری مصارف تیاری مکان وغیرہ تک ایسی آسانی سے خدا تعالیٰ نے بہم پہنچائے کہ ایک ذرہ بھی فکر کرنا نہ پڑا۔ اور اب تک اُسی اپنے وعدہ کو پورے کئے چلا جاتا ہے چھٹی وہ پیشگوئی مندرجہ نمبر ایک جس کا گواہ کھیوں والا آریہ ہے لالہ شرمپت بھی اس کے گواہوں میں داخل ہے۔ اب میں کہتا ہوں کہ اگر یہ تمام پیشگوئیاں جو لکھی گئی ہیں لالہ شرمپت ان کو سچ نہیں سمجھتا اور سراسر افترا خیال کرتا ہے تو اُس پر عین فرض و سراسر واجب ہے کہ ایک عام جلسہ منعقد کر کے بدیں مضمون ہمارے سامنے قسم کھاوے کہ میں اپنے پرمیشر کو حاضر ناظر جان کر سچے دل سے اس کی سوگند کھاتا ہوں کہ ان الہامی پیشگوئیوں میں سے مجھے کسی کی خبر نہیں اور نہ کوئی مجھے بتلائی گئی اور نہ کوئی بات میرے رُوبرو پوری ہوئی اور اگر اس بیان میں میں نے جھوٹ بولا ہے تو اے پرمیشر سرب شکتی مان مجھ پر اور میری اولاد پر کسی دُکھ کی مار سے اپنی تنبیہ نازل کر۔

اس قدر الہامی پیشگوئیاں ہم نے بطور نمونہ لکھ دی ہیں اور باقی عین جلسہ کے وقت میں پیش کی جائیں گی اگر قادیان کے آریہ لوگ اپنی لاعلمی کی قسم کھالیں گے تو پھر

ہندوؤں کے لئے بات کرنے کے لئے ایک گنجائش نکل آئے گی بہرحال اب ہمارے مخالف آریہ اس تجویز کو خواہ منظور کریں یا نہ کریں لیکن یاد رکھیں کہ اگر فیصلہ منظور ہے تو ہزار بل پھیر کھا کر آخر اسی راہ پر قدم مارنا پڑے گا۔ ہندی مثل مشہور ہے سُر چڑھے اور کوڑ نکھٹے جلسہ عام میں نمونہ مذکورہ کی قسم کھا لینا بس حد ہے جس سے فیصلہ ہو جائے گا ورنہ کس قدر حیا اور شرم سے دور ہے کہ محض جھوٹے افتراؤں کے ذریعہ سے کوشش کی جائے کہ تمام الہامات فن و فریب سے بنائے جاتے ہیں خیال کرنا چاہیئے کہ اس بھلے مانس ہندو نے اپنے اس رسالہ میں جس کا نام **فن و فریب غلام احمد کی کیفیت** رکھا ہے کس قدر دروغ بے فروغ کی اپنے دل سے ہی عمارت بنا لی ہے جس کو وہ اپنے اس رسالہ کے صفحہ ۴۲ میں لکھتا ہے چنانچہ بجنس عبارت اس کی ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

اب تازہ الہام سنئے قادیان میں جان محمد کشمیری مرزا کی مسجد کے امام کا پانچ سالہ لڑکا سخت بیمار ہو کر قریب المرگ ہو گیا تھا اس وقت کی حالت زار دیکھکر بیوقوف سے بیوقوف اس کو کوئی دم کا مہمان جانتا تھا اس حال پُر اختلال میں امام صاحب مرزا کے پاس گئے اور مرزا پہلے اس لڑکے کو بچشم خود بھی دیکھ چکا تھا۔ امام صاحب نے کل حال مکرر عرض کر کے کہا کہ آپ مجیب الدعوات ہیں (اس لفظ سے اس ہندو کی لیاقت علمی ظاہر ہے) دعا کیجئے۔ مرزا نے فرمایا کہ آپکے آنے سے اوّل ہی الہام ہوا کہ اس لڑکے کے لئے قبر کھودو۔ مرزا کے مونہہ سے یہ کلمہ نکلنا ہی تھا کہ امام صاحب کے ہوش باختہ ہو گئے۔ واقعی کیوں نہ ہوتے کہ فقط یہی ایک لڑکا تھا وہ بھی پچھلی عمر کا مرزا تو نیم حکیم خطرہ جان ہی تھا۔ مگر خدا بھی جھوٹوں کو جھوٹا کرنے کے لئے

عجیب قدرت دکھلاتا ہے کہ جب امام مذکور بحالت زار نزار گھر واپس آیا تو اثر الہام برعکس پایا یعنے لڑکے کے آثار رو بصحت دیکھے غرض کہ مونہہ منحوس سے یہ کلمہ نکلنا ہی تھا کہ دم بدم لڑکے کو آرام ہونے لگا۔ جب لوگوں نے مجیب الدعوات صاحب د یہ دہی لفظ ہندو کی لیاقت کا ہے) کی ہنسی اڑائی تو جواب دیا کہ الہام غلط نہیں ہو سکتا۔ دایم یہ بچہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ تمام ہؤا قصہ پر افترا آریہ کا۔

اب دیکھنا چاہیئے کہ وہ کنجر جو ولد الزنا کہلاتے ہیں وہ بھی جھوٹ بولتے ہوئے شرماتے ہیں مگر اس آریہ میں اس قدر بھی شرم باقی نہ رہی جس قوم میں اس جنس کے شریف و امین لوگ ہیں وہ کیا کچھ ترقیاں نہیں کریں گے۔ اب اس نیک ذات آریہ پر فرض ہے کہ ایک جلسہ کرا کر ہمارے روبرو اس بہتان کی تصدیق کراوے تا اصل راوی کو حلف سے پوچھا جائے اور اس بے اصل بہتان کے لئے نہ صرف ہم اس راوی کو حلف دیں گے بلکہ آپ بھی حلف اٹھائیں گے فریقین کے حلف کا یہ مضمون ہوگا کہ اگر سچ سچ اپنے حافظہ کی پوری یادداشت سے بلا ذرہ کم و بیش میں نے بیان نہیں کیا تو اے خدائے قادر مطلق اور اے پرمیشر سرب شکتی مان ایک سال تک اپنے قہر عظیم سے ایسی میری بیخ کنی کر اور ایسا ہیبت ناک عذاب نازل فرما کہ دیکھنے والوں کو عبرت ہو اور پھر اگر ایک سال تک آسمانی عذاب سے اصل راوی محفوظ رہا تو ہم اپنے جھوٹا ہونے کا خود اشتہار دیدیں گے کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ خداتعالے ایسے بہتان صریح کو بے فیصلہ نہیں چھوڑے گا۔ یہ تو ہمارے لئے اور ایک ملہم من اللہ کے لئے ممکن بلکہ کثیر الوقوع ہے جو کوئی خواب یا الہام مشتبہ طور پر معلوم ہو جس کی احتمالی طور پر کئی معنے کئے جائیں مگر یہ افترا کہ قطعی طور پر یہی الہام ہو گیا کہ دین محمد جان محمد کا لڑکا اب مرے گا اس کی قبر کھود دو

یہاں تک کہ جانؔ محمد کو یہ خبر دی کہ اب دینؔ محمد تیرا لڑکا ضرور مرے گا۔ دینؔ محمد کے نام الہام ہوچکا قبر کھود نے کا حکم ہوا اور وہ خبر سُن کر روتا روتا گھر تک گیا یہ جھوٹ کی نجاست کس نے کھائی ہے۔ ایسا ایمان دار ذرہ ہمارے سامنے آوے لیکن اب بھی اگر راقم رسالہ اپنی دزدمنشی کی عادت کو نہیں چھوڑے گا اور جلسہ عام میں راوی کو قسم دلانے سے تصفیہ نہیں کرے گا تو وہی دس لعنتوں کا تمغہ جو پہلے اُس کو ہم دے چکے ہیں اب بھی موجود ہے۔

۱۔ ایک لعنت ——————————
۲۔ دو لعنت ——————————
۳۔ تین لعنت ——————————
۴۔ چار لعنت ——————————
۵۔ پانچ لعنت ——————————
۶۔ چھ لعنت ——————————
۷۔ سات لعنت ——————————
۸۔ آٹھ لعنت ——————————
۹۔ نو لعنت ——————————
۱۰۔ دس لعنت ——————————

قولہ۔ صدہا پنڈتوں نے یہ بات ثابت کی ہے کہ پرماتما نے اوّل اوّل ہی رشیوں کو ویداقدس کا اپدیش کیا اس کے مطابق رشیوں نے سب علم و ہنر ظاہر کئے۔

اقول۔ مَیں کہتا ہوں کہ کھلی کھلی سچائی کے آگے شکم پرست پنڈتوں کے حیلے بہانے

کیا پیش جا سکتے ہیں ویدوں کی شرتیاں خود ثابت کر رہی ہیں کہ وہ قدیم نہیں ہیں۔ دیکھو
رگ وید اشٹک اوّل پہلا ادھیائے انوک سکت اشرتی (۲) ایسا ہو کہ اگنی جس کی جہما
زمانہ قدیم اور زمانہ حال کے رشی کرتے چلے آئے ہیں دیوتاؤں کو اس طرف متوجہ کرے۔
سو جب کہ وید آپ ہی قایل ہیں کہ اُن کے ظہور سے پہلے ایک زمانہ گزر چکا ہے عارف
اور الہام یاب بھی گذر چکے ہیں تو اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وید بہت پیچھے ہوئے ہیں
چنانچہ سائنیاچارج وغیرہ بھاشی کاروں نے یہی معنے لکھے ہیں اور پھر اسی رگ وید میں ایسے
بادشاہوں کا بھی ذکر ہے جو ان ویدوں کے وجود سے پہلے گذر چکے ہیں اور محققین نے ثابت
کر لیا ہے کہ جن رشیوں کے نام سکتوں پر درج ہیں اکثر ان کے قریب قریب بیاس جی کے
زمانہ سے ہوئے ہیں اور ویدوں سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ویدوں کے زمانہ میں اصل
باشندے اس ملک کے اور تھے جو کسی اور کتاب کو الہامی تسلیم کئے بیٹھے تھے اور ویدوں
اور ویدوں کے دیوتاؤں کو نہیں مانتے تھے۔ اسی جہت سے اکثر باہم لڑائیاں ہوتی رہتی
تھیں۔ یہی رائے پروفیسر ولسن صاحب نے جابجا اپنے وید بھاش میں لکھی ہے۔ افسوس
ہندو لوگ اردو اور انگریزی ترجمۂ ویدوں کو ایسا برا جانتے ہیں کہ انکی طرف نظر کرنا بھی نہیں
چاہتے اور سنسکرت تو ایسی نابود ہے کہ مشکل سے یقین کیا جاتا ہے کہ لاکھ ہندو میں سے کوئی
ایک بھی ایسا سنسکرت دان ہو کہ ویدوں کو صاف طور پر پڑھ سکے پھر اس تعصب اور
اس نادانی کی کچھ نہایت ہے کہ نادیدہ ویدوں کی نسبت خواہ نخواہ قدامت کا دعویٰ کئے بیٹھے
ہیں اور سمیر سریت کی طرح ایک خیالی بزرگی کا تاج اس کو پہنایا گیا ہے خیال کرنا
چاہئے کہ بدھ جی کس قدر نامی و مشہور عارف اور پنڈتوں کے سرتاج گذرے
ہیں جن کی عالی تحقیقاتوں کے آگے دیانندی خیالات ایک تودہ گوبر سے

زیادہ وقعت نہیں رکھتے وہ اپنے بُدھ شاستر (ادھیائے ۲ سوتر ۱) میں فرماتے ہیں کہ وید پرمیشر کا کلام نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ اُن کے زمانہ کی تاریخ جو بیان کی گئی ہے وہ بالکل خلاف واقع اور جھوٹ ہے اور نیز ان میں کلام الٰہی ہونے کا کوئی نشان پایا نہیں جاتا۔ اور ان کے مطالب و مضامین خلاف عقل ہیں۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ بُدھ جی جیسے نامی پنڈت سے بڑھ کر جن کی بزرگی کے پچاس کروڑ کے نزدیک لوگ قایل ہو رہے ہیں اور کون سی شہادت ہے اور اگر ہے تو وہ پیش کرنی چاہیئے۔ ویدوں کو ابتدا سے کسی آریہ دیس کے دانا نے تسلیم نہیں کیا اور ہرچند ظالم برہمنوں نے اس مطلب کے حصول کے لئے ہزارہا خون بھی کئے (جیسا کہ شاستروں سے ظاہر ہے) لیکن ان نیک خیال ہندوؤں نے بڑی استقامت سے جانیں دیں مگر وید کی مشرکانہ تعلیموں کو قبول نہ کیا۔ صرف ویدوں کے نہ ماننے کی وجہ سے ہزاروں محققوں اور عارفوں اور دانشمند آریوں کے سر کاٹے گئے اور شریر برہمنوں نے ایسے ایسے نیک دل اور پاک خیال لوگوں کو قتل کیا جن کی اس گروہ میں نظیر ملنا مشکل ہے اگر ویدوں میں کچھ سچائی ہوتی تو شریف آریہ جو دانشمند اور فلاسفر تھے۔ کیوں ویدوں سے اس قدر بیزار ہو جاتے کہ ایک ایک ہو کر مارے گئے مگر ویدوں کو قبول نہ کیا۔ اگر ویدوں کی کسی ایک آدھ شرتی سے یہ مضمون بھی نکلتا ہو کہ وہ پرانی ہیں تو قابل تسلیم نہیں کیونکہ دعوئے بلا دلیل ہے جس کو دوسری شرتیاں خود رد کرتی ہیں ؂

ف؂ نوٹ یورپ کے محققوں نے بڑی چھان بین کے بعد ویدوں کی تالیف کا زمانہ چودھویں صدی قبل از سنہ عیسوی قرار دیا ہے اور ان کی اس رائے کا صحیح ہونا بہت پختگی کے ساتھ ایک مقام سے جس کو سر ایڈورڈ کالبروک صاحب نے بیدوں میں دریافت کیا ہے صحیح ٹھہرتا ہے

۲۹ اور اگر یہ کہو کہ منوجی ویدوں کو کسی قدر پُرانا ہی ٹھہراتے ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بے دلیل گواہی منو کی ہو یا غیر منو کی وہ قابل اعتبار نہیں اور پھر سمجھنا چاہئے کہ بُدھ جی کے مقابل پر منوجی کی حیثیت کیا ہے کیا کچھ بھی شرم نہیں آتی۔ واضح رہے کہ دیانند نے ستیارتھ پرکاش وغیرہ رسائل میں قدامت ویدوں کے لئے بہت کچھ ہاتھ پاؤں مارے آخر ہر طرف سے نومید ہو کر برہمنوں کا روزنامچہ دلیل ٹھہرایا مگر یاد رہے کہ دلیل بالکل ہیچ اور نکمی ہے۔ یہ نہایت مشہور واقعہ اور سب کا مانا ہؤا تسلیم کیا ہوا ہے کہ اصلی روزنامچہ (جنتھی پتر) راجہ بھوج کے زمانہ سے چار سو برس پہلے گم ہو گیا تھا یعنے بُدھ مذہب کے عروج کے زمانہ میں۔ اور یہ جو اب برہمنوں کے ہاتھ میں ہے یہ تو ایک جعلی چیز ہے جو سراسر نفرت کے لائق اور ذرہ قابل اعتبار نہیں اس میں خلاف عقل اور بیہودہ سوانح تو بہت لکھے ہیں مگر سکندر اعظم کا ذکر کہاں ہے جس کا ذکر کرنا روزنامہ کی حیثیت سے بہت ضروری تھا ایسا ہی پُرانے سکّوں کی شہادت سے ثابت ہوتا ہے کہ ڈیڑھ سو سال تک یونانیوں کی بادشاہی ہندوستان میں

حاشیہ نمبر ۱ چنانچہ تشریح اس کی وہ یوں لکھتے ہیں کہ ہر بید میں علم ہیئت کا ایک ایک رسالہ اس غرض سے لگا ہوا ہے کہ پتری کی ترتیب معلوم ہووے۔ اور اس سے فرایض منصبی کے اوقات دریافت ہو جایا کریں۔ پس وہ صریح اور قطعی دلیل جس پر انہوں نے اپنی مذکورہ بالا رائے قائم کی ہے یہ ہے کہ جو مقام **راس سرطان اور راس جدی** کا اس رسالہ میں قرار دیا ہے وہ وہی مقام ہے جو چودھویں صدی قبل از سنہ عیسوی میں ان دونوں راسوں کا تھا۔ پس کچھ شک نہیں کہ بیدوں کی تالیف اسی زمانہ میں ہوئی تھی۔ (ماخوذ از تاریخ ہند مؤلفہ الفنسٹن صاحب)

رہی ہے مگر اس روزنامہ میں اس واقعہ طویلہ کی نسبت جس نے ڈیڑھ صدی ختم کر اشارہ
تک بھی پایا نہیں جاتا تو پھر کیا اس بیہودہ اور پُر فریب جعل کا نام روزنامچہ رکھنا چاہیئے
انگلستانی مورخوں نے بڑی تحقیقات کرکے ثابت کیا ہے کہ ویدوں کا زمانہ چار ہزار
برس کے اندر اندر پایا جاتا ہے اور میری دانست میں ویدوں کا زمانہ معلوم کرنے
کے لئے خود ویدوں کا ہی غور سے پڑھنا کافی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ہندو
لوگ تاریخ کے بہت کچے ہیں اور جھوٹ بولنا اور لاف مارنا اور مبالغہ کرنا شاید
ان کے مذہب میں ثواب میں داخل ہے کیونکہ کوئی قول و فعل ان کا دروغ گوئی یا
بیہودہ مبالغات سے خالی نہیں پایا جاتا۔ چنانچہ مہابھارت۔ رامائن۔ بھاگوت
منوشستر اور دوسرے پرانوں اور خود ویدوں کے پڑھنے سے یہ عادت اُن کی
صاف ثابت ہوتی ہے۔

بالآخر اگر ہم اس قدر صاف اور روشن ثبوتوں سے قطع نظر کرکے فرض کے
طور پر مان بھی لیں کہ وید کسی قدر پرانے ہیں تو کیا بغیر ثابت ہونے ذاتی خوبیوں
کے صرف کسی قدر پرانا ہونا اُن کو خدا تعالےٰ کا کلام بنادے گا ہرگز نہیں۔ ظاہر ہے
کہ بزرگی بعقل است نہ بسال۔ حکماء جنہوں نے علم حیوانات میں تحقیق کی ہے وہ
لکھتے ہیں کہ سنگ پشت یعنی کچھوے کی عمر بڑی ہوتی ہے یہاں تک کہ بغیر کسی
خارجی صدمہ کے شاذ و نادر ہی مرتا ہے۔ بہت کچھوے ایسے ہوں گے کہ جو
ابتدائی زمانہ میں پیدا ہو کر اب تک زندہ موجود ہیں۔ پس اگر ویدوں کی قدامت
بغیر ثبوت اُن کے اندرونی کمالات کے تسلیم بھی کر لی جائے تو غایت درجہ اُن کا مرتبہ
کچھوے کی مانند ہوگا۔ غرض صرف پیرانہ سالی فضیلت پر ہرگز دلیل

نہیں ہو سکتی بلکہ بغیر حصول کمالات معنوی کے سن و سال میں پرانا ہو جانا اسی مثل کا مصداق ہوگا کہ گوسالہ ما پیر شد گاؤ نشد اور جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں ویدوں کے پرانے ہونے پر کوئی دلیل بھی نہیں ہاں اگر یہ کہو کہ ویدوں کا پُر عیب ہونا ہی اُن کے پرانے ہونے پر دلیل ہے۔ تو شاید یہ وجہ قبول ہو سکے۔ کیونکہ پیری و صد عیب چنیں گفتہ اند۔ پھر ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ بجز ذاتی کمالات کے جس قدر خارجی بزرگیاں ہیں خواہ وہ کبر سن ہو یا کثرت دولت یا حصول حکومت یا شرف قومیت وغیرہ وغیرہ وہ سب ہیچ ہیں اور صرف انہیں کے لحاظ سے بزرگی کا دم مارنا گدھوں کا کام ہے نہ انسانوں کا۔ مَیں نے سُنا ہے کہ لارڈ الینبرا صاحب بہادر کی بیوی جو پہلے زمانہ میں ہندوستان کے گورنر جنرل تھے ایک بزرگ خاندان میں سے تھی جو قدیم ہونے کا دعویٰ کرتا تھا پھر اس پر دُوسری بزرگی اِس لیڈی صاحبہ کو یہ حاصل ہوئی جو لاٹ صاحب کی جورُو بنی۔ اب اس کے ذاتی کمالات کا بھی حال سُنیئے۔ کہتے ہیں کہ یہ عورت اب تک زندہ ہے اور اگرچہ جائز طور پر نو خصم بھی کر چکی ہے مگر آشناؤں کی کچھ گنتی نہیں۔ اور اکثر آشناؤں کے ساتھ بھاگتی بھی رہی ہے پھر آخر عیدل نامی مسلمان قوم شتربان سے نکاح کیا اور اس کے تلے بھی نہ ٹھہریں۔ اب فرمائیے حضرت کہ اس عورت کی دونوں بزرگیاں اس ذاتی بے شرمی کے ساتھ کچھ مقابلہ کر سکتی ہیں سو آپ کا وید پرانا بھی سہی فرض کرو کہ بابا آدم سے پہلے کا ہے لیکن ہم مکرر عرض کرتے ہیں کہ صرف قدامت کی وجہ سے بزرگ نہیں ٹھہر سکتا۔ مگر شاید جاہلوں کی نظر میں۔ ہاں اگر وید کی بزرگی ثابت کرنی ہے اور ربّانی کلام ہونے کا ثبوت اُس میں

دکھلاتا ہے تو اُس کی ایسی ذاتی خوبیاں اور اندرونی خاصیتیں اور برکتیں دکھلاؤ
جن کی وجہ سے وہ ایسا بے نظیر ہو جیسا کہ خدا تعالےٰ بے نظیر ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ
جو چیز خدا تعالےٰ سے صادر ہے اس کی مثل بنانے پر کوئی بشر قادر نہیں ہو سکتا یہاں تک
کہ ایک مکھی کے بنانے سے بھی تمام مخلوق عاجز ہے۔ دُوسرے ہمیں یہ بھی صریح نظر
آتا ہے کہ خدا تعالےٰ نے صرف اپنے قول میں نہیں بلکہ اپنے فعل میں بھی اپنے ارادوں کو
ظاہر کیا ہے۔ سو قول اور فعل کا نطابق بھی ضروری ہے۔ تیسرے ہم یہ بھی وجدان
کے طور پر پاتے ہیں کہ خدا تعالےٰ نے اپنی پاک اور کامل صفتوں کی طرف ہمیں بھی
ایک رُوحانی میلان بخشا ہے یا یُوں کہو کہ باطنی طور پر ایک ایسی قوت حاسہ ہمیں
عطا کی گئی ہے جس سے ہم فی الفور معلوم کر جاتے ہیں کہ کونسی صفات خدا کی شان
کے لائق ہیں اور کون کونسی صفتیں منافی شان الوہیت ہیں سو ربانی کلام کی شناخت
کرنے کے لئے یہی تین علامتیں ہیں مگر کیا یہ علامتیں ویدوں میں پائی جاتی ہیں۔ ہرگز
نہیں۔ پنڈت دیانند جنہوں نے **نرکت** اور **نگھنٹو** کی معتبر کتب کا چھان
بین کیا ہے ان کو وید کا یہ خلاصہ ہاتھ لگا کہ جس چیز کو پرمیشر کہا جاتا ہے وُہ
کروڑ ہا قدیم اور انادی اور غیر مخلوق وجودوں میں سے ایک وجود ہے جو وجوب ہستی میں
ان سے مساوی اور قدیم ہونے میں اُنکے برابر اور باعتبار وجودی انتشار کے اُن سے
نہایت کم ہے اب ہم دیانند کو آفرین نہ کہیں تو اور کیا کہیں جس نے **ویدک توحید**
ایسی ثابت کی کہ پُرانے مشرکوں کے بھی کان کاٹے۔ کیونکہ گو قدیم مشرک ویدوں
کے ماننے والے اب تک یہ تو مانتے آئے تھے کہ ہمارے ویدوں میں سُورج چاند
اگنی اور بشن وغیرہ کی ضرور پوجا لکھی ہے اور اُن سے مرادیں مانگنے کا حکم ہے۔

مگر یہ پاک مسئلہ ویدوں کا ابھی تک اُن کو بھی نہ سُوجھا تھا کہ ذرہ ذرہ اپنی ہستی میں خدا سے بے نیاز اور قدامت میں اُس سے برابر اور باعتبار وجودی انتشار کے اُس سے بڑھ کر ہے۔ یہ ویدک گیان دیانند ہی کے حصّہ میں تھا۔ دیکھو اب اس وید کے اصول میں کس قدر خرابیاں ہیں۔ اوّل تو جب پرمیشر ہر یک چیز کا سہارا اور ہر یک ظہور کا مظہر اصلی نہ ہُوا تو پھر کاہے کا پرمیشر ہُوا۔ صرف کروڑہا قدیم وجودوں میں سے وہ بھی ایک وجود ٹھیرا جو اُن قدیمی باشندوں میں سے صرف ایک باشندہ ہے۔ دُوسری بڑی بھاری یہ خرابی کہ وجودی انتشار کے لحاظ سے وہ بے شمار رُوحوں کے مقابل پر ایک ذرہ کی طرح ٹھیرا کیونکہ بلاشُبہ دو قدیم الوجود کا **وجودی انتشار** ایک قدیم سے بہت زیادہ ہوتا ہے پس جبکہ کروڑہا رُوحیں جن کا شمار اُسی خالق کو معلوم ہے وید کے رُو سے قدیم اور واجب الوجود ٹھیریں تو پرمیشر بیچارہ کا وجود اُن بے شمار قدیم وجودوں کے آگے کیا ہستی اور حقیقت رکھتا ہے۔ بلاشبہ بہت سے قدیم وجودوں کا **وجودی انتشار** ایک وجود سے اِس قدر زیادہ ہوگا کہ اُس کو کچھ بھی اُن سے نسبت نہیں ہوگی۔ تیسری بڑی شنیع خرابی یہ ہے کہ جب پرمیشر کی رُوح اور دُوسری تمام رُوحیں قدامت اور واجب الوجود ہونے میں ایک ہی خصلت اور سیرت اور خاصیت رکھتے ہیں تو وُہ خواہ نخواہ متحد الحقیقت بھی ہوں گے ÷ لیکن

÷ **فٹ نوٹ** ویدوں میں اس بات کا بہت تذکرہ ہے کہ پرمیشر کی رُوح اور دُوسری چیزوں کی رُوح متحد الحقیقت ہیں۔ چنانچہ **یجر وید** میں ایک شرتی یہ ہے منش کی آتما رُوح کہتی ہے کہ وہ پرمیشر جو سُورج میں ہے مَیں ہی ہوں۔ دیکھو یجر وید

ستیارتھ پرکاشں کے صفحہ ۲۶۳ میں پنڈت دیانند اقرار کرچکے ہیں کہ رُوح
ایک دقیق جسم ہے جو بدن سے نکلنے کے بعد شبنم کی طرح زمین پر گرتی ہے اور
پھر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر کسی گھاس پات وغیرہ پر پھیل جاتی ہے۔ اب ہمارا
اعتراض یہ ہے کہ اگر رُوح جسم وجسمانی چیز ہے تو اُس سے لازم آگیا کہ بموجب ہدایت
وید پرمیشر بھی ضرور جسم وجسمانی ہوگا۔ اور وہ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو کر زمین پر گرے
اور کھائے جانے کے قابل ہے شاید اسی خاصیت کے رُو سے اندر پرمیشر کی رُوح زمین
پر گر کر کو سیکا رشی کی جورو کے پیٹ میں جا ٹھیری تھی جس کی نسبت رگوید اشتک
اوّل میں صاف صاف یہی بیان درج ہے۔ اب اے آریہ! مبارک باد کہ
تمہارے پرمیشر کی ساری حقیقت کھُل گئی اور خود دیانند کی گواہی سے ثابت ہو گیا
کہ تمہارا پرمیشر ایک دقیق جسم ہے جو دوسری رُوحوں کی طرح زمین پر گرتا اور ترکاریوں کی طرح
کھایا جاتا ہے تب ہی تو وہ کبھی رامچندر بنا اور کبھی کرشن اور کبھی مچھ اور ایک مرتبہ تو خوک

ادھیائے چالیس منتر سترہ۔ پھر رگ وید بھاگ ۲۔ سکت ۹۰۔ منڈل ۱۰۔ منتر اوّل میں لکھا
ہے کہ پرمیشر کی ہزار آنکھیں اور ہزار سر اور ہزار پاؤں ہیں۔ دوسرے منتر میں
ہے کہ رب رُوحیں اُسی کی رُوح ہیں۔ اور جو کچھ ہے وہی ہے اور تھا بھی وہی۔ اور منتر
چہارم میں ہے کہ زمین کی تمام مخلوقات اس کا چوتھا حصہ ہے اور تین حصے
آسمان پر ہیں یہ وہ شرتیاں ہیں جن سے ویدانت کے مسائل نکالے گئے ہیں۔
اب پنڈت دیانند کے چیلے خواہ اِن شرتیوں کے معنے کسی طور پر کریں مگر بہرحال
یہ تو خود دیانند کے اقرار سے اور نیز ان شرتیوں سے ثابت ہے کہ پرمیشر کی رُوح اور
دوسری رُوحیں متحد الحقیقت ہیں۔ پس جبکہ دوسری رُوحیں وید کے رُو سے ایک
جسم دقیق ہیں تو ایسا ہی پرمیشر کی رُوح بھی ایک جسم دقیق ٹھیری۔ منہ

یعنی سؤر بن کر اور خوکوں کے موافق غذائیں لطیف کھا کر اپنے درشن کرنے والوں کو خوش کر دیا۔ تعجب کہ جن کے پرمیشر کا یہ حال ہو وہ قرآن شریف پر اعتراض کریں کہ اس میں ایسی کوئی آیت نہیں کہ خدا تعالیٰ کو جسم و جسمانی ہونے سے پاک قرار دیتی ہو حالانکہ قرآنِ شریف کی پہلی آیت ہی یہی ہے کہ خدا تعالیٰ جسم اور جسمانی ہونے سے پاک ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ یعنے خدا ہی کو سب تعریف اور حمد اور مدح ہے وہ کیسا ہے! تمام عالموں کا ربّ ہے جس کی ربوبیت ہریک عالم کے شامل حال ہے۔ اب ظاہر ہے کہ عالم ان چیزوں کا نام ہے جو معلوم الحدود ہونے کی وجہ سے ایک صانع محدّد پر دلالت کریں اور لفظ عالم کا اسی معلوم الحدود ہونے سے مشتق کیا گیا ہے اور جو چیز معلوم الحدود ہے وہ یا تو جسم اور جسمانی ہوگی اور یا رُوحانی طور پر کسی حد تک اپنی طاقت رکھتی ہوگی۔ جیسی انسان کی رُوح۔ گھوڑے کی رُوح۔ گدھے کی رُوح وغیرہ وغیرہ حدود مقررہ تک طاقتیں رکھتی ہیں۔ پس یہ سب عالم میں داخل ہیں اور وہ جو اِن سب کا پیدا کنندہ اور ان سے برتر ہے۔ وہ خدا ہے۔ اب غور سے دیکھنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ نے اس آیت میں نہ صرف یہ ظاہر کیا کہ وہ جسم اور جسمانی ہونے سے برتر ہے بلکہ یہ بھی ثابت کر دیا کہ یہ تمام چیزیں معلوم الحدود ہونے کی وجہ سے ایک خالق کو چاہتی ہیں جو حدود اور قیود سے پاک ہے۔ اب ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ آریوں کی عقل کو کس قدر تعصب نے مار لیا ہے کہ جو مضمون قرآنِ شریف کی پہلی آیت سے ہی نکلتا ہے اس پر بھی نظر نہیں کی۔ اور علمیّت کا یہ حال کہ یہ بھی خبر نہیں کہ عالم کسے کہتے ہیں حالانکہ عالم ایک

ایسا لفظ ہے جو ہر یک فلسفی اور حکیم اس کے یہی معنے لیتا ہے اور قرآن شریف کی عام اصطلاح میں اول سے اخیر تک یہی معنے اس کے لئے گئے۔ اور دنیا کی تمام پابند الہامی کتابوں کے بجز نرے اندھوں کے یہی معنے لیتے ہیں سو اِس فاش غلطی سے آریوں کی دماغی روشنی کی حقیقت کھل گئی۔ اب ایک چلّو پانی میں ڈوب مریں کہ ایسی فاش غلطی کھائی۔ ہم انشاء اللہ رسالہ **قرآنی طاقتوں کے جلوہ گاہ** میں یہ ثابت کرکے دکھلائیں گے کہ وید تو خود دشمن صفات الٰہی ہیں اور کوئی دوسری کتاب بھی ایسی نہیں جو صفات الٰہی کے پاک بیان میں قرآن شریف کا مقابلہ کر سکے۔ ہاں **بائیبل** میں کچھ صداقتیں تھیں مگر عیسائیوں اور یہودیوں کی خائنانہ دست اندازیوں نے اُن کے خوبصورت چہرہ کو خراب کر دیا۔ اب قرآنِ شریف کی تو یہ مثال ہے کہ جیسی ایک نہایت عالیشان عمارت ہو جس میں ہر یک ضروری مکان قرینہ سے بنا ہُوا ہے نشست گاہ الگ ہے باورچی خانہ الگ۔ خواب گاہ الگ۔ غسل خانہ الگ۔ اسباب خانہ الگ۔ اردگرد نہایت خوشنما باغ اور نہریں جاری اور دیانتدار خادم اور محافظ جابجا موجود۔ لیکن بائیبل کی یہ مثال ہے کہ اگرچہ ابتدائی زمانہ میں کسی قدر اپنے اندازہ پر اسکی بھی عمارت عمدہ تھی ضرورت کے مکان اور کوٹھریاں اور نشست گاہ وغیرہ بنی ہوئی تھیں ایک باغیچہ بھی اِرد گرد تھا۔ اتنے میں ایک ایسا زلزلہ آیا کہ مکان بلیٹھ گیا۔ درخت اُکھڑ گئے۔ نہروں اور صاف پانی کا نشان نہ رہا۔ اور امتداد زمانہ سے بہت سا کیچڑ اور گندگی اینٹوں پر پڑ گئی۔ اور اینٹیں کہیں کی کہیں سرک گئیں وہ قرینہ کی عمارت اور اپنے اپنے موقعہ پر موزوں اور پاکیزہ مکان جو تھے وہ سب نابود ہوگئے۔

ﺣﺸ

ہاں کچھ اینٹیں رہ گئیں جن کو چوروں نے اپنی مرضی کے موافق جس جگہ چاہا رکھا درختوں کا بھی یہی حال ہوا کیونکہ وہ گرجانے سے بجز جلانے کے اور کسی لائق نہ رہے۔ اب بیابان سُنسان پڑی ہے بجز نالائق چوروں کے اور کوئی سچا خادم بھی نہیں اور خود مسمار شدہ گھر اور گرے ہوئے باغ میں سچے خادم کا کیا کام۔ خیر عیسائیوں کی خرابیوں کا تو اِس جگہ ذکر کرنا موقعہ نہیں صرف آریوں کے تعصبات کو دکھلانا منظور ہے۔ مَیں نے آج تک کسی کی جہالت پر ایسا تعجب نہیں کیا اور نہ کسی کے تعصب سے مَیں ایسا حیرت زدہ ہوا جیسا ان سوجا کھے آریوں کے قول سے کہ قرآن شریف خدا تعالیٰ کو جسم اور جسمانی بتلاتا ہے اور تنزیہ کی آیت کوئی نہیں۔ کیسے اندھے ہیں کیا وُہ جو اپنے کلام کے شروع میں ہی اپنی ذات کو عالمین سے برتر اور اُن کا رب بتلاتا ہے وہ اس بات کا قایل ہو سکتا ہے کہ میں عالمین میں داخل اور جسم اور جسمانی ہوں۔ پھر مَیں کہتا ہوں کہ کیا جس کی تعلیم اس قدر عالی ہے کہ اینما تولوا فثم وجہ اللہ[1]۔ فرماتا ہے کہ جدھر مُنہ پھیرو اُدھر ہی خدا ہے۔ کیا وُہ جو کہتا ہے کہ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ[2] نمبر ۱۸ کہ اس کا نُور قدرت ساری زمین و آسمان اور ذرّہ ذرّہ کے اندر چمک رہا ہے۔ کیا وہ جو فرما رہا ہے کہ اللہ لا الٰہ الا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ[3] الجزو نمبر ۳۔ کہ وہی معبود برحق ہر یک چیز کی جان اور ہر یک وجود کا سہارا ہے۔ کیا وُہ جو بتلا رہا ہے کہ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ[4] الجزو نمبر ۲۵ لاتدرکہ الابصار و ھو یدرک الابصار[5] کہ اُس کی مانند کوئی بھی چیز نہیں بصارتیں اور بصیرتیں اُسکی کُنہ کو نہیں پہنچ سکتیں اور

[1] بقرہ: ۱۱۶ [2] نور: ۳۶ [3] آل عمران: ۳ [4] شوریٰ: ۱۲ [5] انعام: ۱۰۴

اُس کو ہر یک نظر اور فکر کی حدود معلوم ہیں۔ کیا جس نے یہ کہا کہ **نحن اقرب الیہ من حبل الورید** [1] الجزو ۲۶ کہ مَیں انسان سے ایسا نزدیک ہوں کہ ایسی اس کی رگِ جان بھی نہیں۔ کیا جس نے یہ فرمایا کہ **وکان اللہ بکل شیء محیطا** [2] الجزو نمبر ۵ کہ خدا وہ ہے جو ہر یک چیز پر احاطہ کر رہا ہے۔ کیا ایسی پاک اور کامل کی نسبت کوئی عقلمند شبہ کر سکتا ہے کہ اس نے خدا کو جسم اور جسمانی ٹھیرا کر بزمرۂ عالمین داخل کر دیا ہے۔ مگر جو کچھ ویدوں پر وارد ہوتا ہے مَیں نہیں جانتا کہ آریہ لوگ اس کا کیا جواب دیسکتے ہیں۔ ابھی ہم ذکر کر چکے ہیں کہ ویدوں کے رُو سے خدا تعالیٰ ایک باریک جسم ہے۔ جو شبنم کی طرح زمین پر گرنے کے قابل ہے اور انشاء اللہ رگوید کی اور کئی شرتیاں بھی بطور نمونہ لکھی جائیں گی اور چونکہ خداوند کریم نے لاکھوں دلوں میں ہماری نسبت اخلاص اور محبت کو ڈال دیا ہے یہاں تک کہ امریکہ اور یورپ کے مُلکوں میں بھی بہت سی شہرت دیکر کئی نیک خیال اور بہت عمدہ سنسکرت دان لوگوں کو اِس طرف رجوع دیدیا ہے اس لئے ہمارا یہ بھی ارادہ ہے کہ اگرچہ کچھ بھی ضرورت نہیں مگر اِن دوستوں کی امداد سے اس **کاگ بھاشا** یعنے سنسکرت کی اصل شرتیاں اور نیز انگریزی عبارت بھی جو ویدوں کا ترجمہ ہے کبھی کبھی رسالہ میں درج ہوا کرے کیونکہ بہت سے قابل آدمی اِس خدمت کے لئے بھی موجود ہیں اگرچہ ہم ایسا کرنے کو مستعد ہیں اور توفیق الٰہی نے سارا سامان اس کا مہیّا کر دیا ہے مگر پھر بھی آریوں پر ہرگز اُمید نہیں کہ وہ اپنے بدنام کنندہ تعصّب کا مُنہ کالا کرکے انصاف کی طرف قدم اُٹھاویں کیونکہ صریح دیکھا جاتا ہے کہ جن انگریزوں نے سنسکرت میں

[1] قٓ: ۱۷ [2] النساء: ۱۲۷

بڑے بڑے کمالات پیدا کئے اور جن لائق برہموؤں نے اس گم گشتہ زبان میں بڑی بڑی لیاقتیں پیدا کیں یہاں تک کہ ویدوں کے بھاش بنائے اُن فاضل لوگوں کی رائے کو بھی اِن حضرات نے قبول نہیں کیا۔ آپ تو انہیں وید کا کھّی برابر بھی علم نہیں صرف دیانندی خیالات پر گذارہ ہے مگر دوسروں کے سامنے باتیں بناتے ہیں۔ ہریک عاقل سمجھ سکتا ہے کہ کسی مذہب پر اعتراض کرنے کے لئے اُنکے مُسلّمہ اصولوں کو معلوم کرلینا کافی ہے۔ کیونکہ درحقیقت اصول ہی مرکز دائرہ مذہب ہوتے ہیں اور انہیں پر بحث ہوتی ہے۔ اگر مسلمانوں کو بغیر سنسکرت پڑھنے کے ہندوؤں کے ساتھ بحث جائز نہیں تو پھر ہندوؤں کو بغیر عربی پڑھنے کے مسلمانوں پر کوئی اعتراض کرنا کب جائز ہے۔ اندرمن کونسی عربی پڑھا ہوا ہے لیکھرام کو کیا ایک آیت پڑھنے کی تمیز ہے۔ اور پھر یہ دونوں نرے کودن اور عربی سے سراسر جاہل کیا استحقاق رکھتے ہیں کہ قرآنی تعلیم اور عقائد کا نکتہ چینی کے طور پر نام بھی لیں۔ انہیں تو اپنے سنسکرت کی بھی خبر نہیں چہ جائیکہ عربی کے دو لفظ بھی جوڑ سکیں۔ یا صحیح پڑھ سکیں۔ اور دیانند تو اُردو پڑھنے سے بھی بے نصیب تھا تو پھر کیوں اُس نے مسلمانوں کے ساتھ بحثیں کیں اور بہت کچھ ویدبھاش اور ستیارتھ پرکاش میں اپنے بدبودار جہالت کا گند چھوڑ گیا۔ سو مسلمان اس طرق پر ہرگز اعتراض نہیں کریں گے کہ کسی کو عربی نہیں آتی۔ بلکہ وہ دیکھیں گے کہ جس بات پر اعتراض کیا گیا ہے وہ درحقیقت ہمارا اصول ہے یا نہیں پھر جیسی صورت ہو ویسا عمل کریں گے۔

پارلیمنٹ لنڈن میں صدہا اپیل ہندوستانی عدالتوں کے انگریزی میں

پیش ہوتے ہیں مگر حکام موٗید ہرگز یہ اعتراض نہیں ہوتا کہ تمھیں تو اُردو کی ہی خبر نہیں تم فیصلہ کیا کرو گے۔ کیونکہ جب بیانات فریقین اور گواہوں کی شہادت یا تحریری ثبوت اور ماتحت حکام کی رائیں صحیح طور پر انگریزی میں ترجمہ ہو چکیں پھر اُردو کی کیا حاجت رہی۔ سو ہم کہتے ہیں کہ اگر ایسا ہی سوداٸیوں کی طرح آریوں کے دل میں وہم بیٹھا ہوا ہے تو کیوں وہ بہ ثبت مواہیر اپنا نیا عقاید نامہ چھپوا نہیں دیتے جس میں بہ تفصیل لکھا جائے کہ ہم پہلے عقاید مشتہرہ سے دست بردار ہیں اور اب نئے عقیدے ہمارے یہ ہیں۔ پھر دیکھیں کہ ان عقیدوں کی بھی کیسی خبر لی جاتی ہے۔

میں قطعًا و یقینًا کہتا ہوں کہ عام ہندوؤں کا وید وید کرنا اُسی زمانہ تک ہے کہ جب تک انہیں ویدوں کے مضامین کی خبر نہیں کیا خوب ہو کہ گورنمنٹ انگریزی عامہ خلائق کا دھوکا دور کرنے کے لئے ویدوں کا تحت اللفظ اُردو ترجمہ ایک ایسی منتخب سوسائٹی سے کرا دے جس میں آریوں کے لایق ممبر بھی شامل ہوں اور چند فاضل یہود اور انگریز بھی اس کمیٹی میں داخل ہوں اور پھر وہ ترجمہ عام طور پر ہندوؤں وغیرہ میں تقسیم کیا جائے۔ ہندوؤں کو ویدوں سے یہاں تک بے خبری ہے کہ گائے بیل کا نہ مارنا بھی ایک مذہبی عقیدہ سمجھا گیا ہے اور کھانا تو درکنار اس گوشت کا دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے۔ حالانکہ منو شاستر جس پر پنڈت دیانند بہت سا اپنی باتوں کا مدار رکھتے ہیں باآواز بلند کہہ رہا ہے کہ بیل کا گوشت کھانا نہ صرف جائز بلکہ بڑے ثواب کی بات ہے اور رگ بید اُشٹک اوّل میں لکھا ہے کہ جس کھال سے ہوم کے اعمال ادا ہوتے ہیں وہ ضرور گائے کی کھال چاہیئے۔

مگراب گائے کے ذبح کرنے سے بڑھ کر ہندوؤں کے نزدیک اور کوئی گنہ کبیرہ نہیں اگرچہ ابھی تک پہاڑی راجے اپنے مقرری دنوں میں بھینسوں کو تلوار سے کاٹتے ہیں اور جوالا مکھی اور دوسری کئی جگہوں پر دیویوں کو خوش کرنے کے لئے یہ کام ہوتے رہتے ہیں۔ مگر کبھی تعصب کے پردوں سے اس طرف خیال نہیں آتا کہ یہ اُسی ویدک حکم کے آثار باقیہ ہیں۔ یجر وید ادھیائے چوبیس[۲۴] منتر ۲۷ میں صاف لکھا ہے کہ براسپتی کے لئے گائے کی قربانی کی جائے اور رگوید اشٹکا ۲۔ ادھیا ۱۲۔ سوکت ۷ میں اس گوشت کے کھانے کی صریح اجازت ہے بلکہ رگوید منڈل ۶ سوکت ۱۷ میں بڑی محبت سے لکھا ہے کہ گائے کا گوشت سب سے عمدہ خوراک ہے۔ پھر رگوید اشٹک چار ادھیا ایک میں تذکرہ کے طور پر بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ تین سو بھینسوں کی سوختنی قربانی ہوئی اور حال میں جو ایک پنڈت صاحب کی طرف سے ایک کتاب کلکتہ میں چھپی ہے جس کی کاپیاں جابجا مشتہر ہوئی ہیں وہ نہ صرف جائز بلکہ بڑے زور سے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ پہلے زمانہ میں گائے کا گوشت بڑے شوق سے کھایا جاتا تھا۔ اور عُمدہ عُمدہ چربی دار ٹکڑے برہمنوں کی نذر ہوتے تھے اور رگوید اشٹک اوّل کی ایک شرتی کی شرح میں پروفیسر ولسن صاحب لکھتے ہیں کہ ایک بڑی محکم گواہی وید کی اس بات پر ہے کہ وید کے زمانہ میں عام طور پر گائے کا گوشت کھایا جاتا تھا۔ اور جابجا ہندوؤں کی دکانوں میں بکتا تھا۔

اب انصاف کرنے کی جگہ ہے کہ جس گائے کے کھانے کے لئے یہ تاکیدیں ہیں اب اُس کو حرام سمجھا جاتا ہے۔ کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ آریوں کو وید

کی کچھ بھی پرواہ نہیں وہ صرف دکھانے کے دانت رکھتے ہیں نہ کھانے کے۔ پھر سوچنا چاہیئے کہ وید کی مشرکانہ تعلیم کیسی سارے جہان میں مشہور ہو رہی ہے جو دال کروڑ ہندو اس میں گرفتار ہیں۔ جگن ناتھ اور گنگا کی طرف کیسے نعرے مارتے ہوئے ایک خلقت چلی جاتی ہے۔ لیکن دیانند کو اسلامی توحید کا زور و شور دیکھ کر اب فکر پڑی کہ وید ہاتھ سے جاتا ہے اس کے لئے کچھ تدبیر کرنی چاہیئے مگر درحقیقت اُس نے ویدوں کا کچھ ہنر نہیں دکھلایا۔ بلکہ کٹی اور گند اس کے کھول گیا۔ انگلینڈ امریکہ جرمن فرانس میں ویدوں کا ترجمہ ہزاروں بلکہ لاکھوں کی نظر سے گذرا ہے مگر کسی کی بلا کو بھی خبر نہیں کہ وید میں توحید بھی ہے۔ انہیں انگریزوں نے قرآن شریف کا ترجمہ کیا تو قرآنی توحید نے یورپ کے ملکوں میں ہل چل ڈال دی یہاں تک کہ لائل[1] صاحب اور جون ڈیون پورٹ وغیرہ نامی انگریزوں نے جن کی کتابیں حمایت اسلام وغیرہ چھپ کر ہندوستان میں بھی آگئی ہیں قرآنی عظمتوں اور اس کی پاک توحید پر ایسی شہادتیں دیں کہ باوجود بہت سے موانع تعصب کے انہیں کہنا پڑا کہ فرقان مضامین توحید میں اور عیوب سے منزہ ہونے میں ایک بے مثل کتاب ہے جس کے عقاید بالکل عقل کے مطابق اور ایک حکیم کا مذہب ہو سکتا ہے۔ ایسا ہی ایک فاضل انگریز بلنٹ نام جنہوں نے حال میں اسلام کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے وہ اس بات کے قائل ہیں کہ توحید کو دنیا میں دوبارہ قایم کرنے والے پیغمبر اسلام ہیں۔ انہوں نے وحدانیت الٰہی کو اس اعلیٰ درجہ پر پھیلایا ہے کہ عرب کے ریگستان میں اب تک توحید کی خوشبو آتی ہے۔

اب بتلانا چاہیئے کہ وید کی توحید کی نسبت کس ثالث نے گواہی دی۔ دونوں

مـ۵۸

[1] لہ کار لائل

ترجمے قرآن اور وید کے انگلینڈ اور فرانس وغیرہ میں گئے آخر اُن ثالثوں کی بھی رائے ہوئی کہ قرآن میں توحید اور وید میں شرک بھرا ہوا ہے۔

اب ہم اپنی پہلی تقریر کی طرف رجوع کر کے کہتے ہیں کہ ہندوؤں کے لئے نہایت دل توڑنے والا واقعہ اور سخت صدمہ اٹھانے کی جگہ ہے کہ وہ حقیقی علامتیں ربانی کتاب کی جن کا ابھی ہم ذکر کر آئے ہیں وید میں پائی نہیں جاتیں۔

(۱) وید میں خدا تعالیٰ کی خوبیاں نہیں بلکہ اس کے نقص اور عیب بیان کئے ہیں کہ وہ ایک ذرہ کے پیدا کرنے پر بھی قادر نہیں۔ کیونکہ اصل الاصول وید کا وجوب تناسخ ہے اور مسئلہ دائمی تناسخ کے وجوب کا تب ہی قائم رہ سکتا ہے کہ جب ہر ایک چیز کو پرمیشر کی طرح غیر مخلوق سمجھا جائے اور نیز یہ بھی تسلیم کیا جائے کہ جاودانی مکتی پانے کی راہ مسدود ہے سو کسی چیز کے پیدا کرنے کی قدرت نہ رکھنا اور ہمیشہ کی مکتی دینے پر بھی قادر نہ ہونا یہ صریح اُس ذات کا نقص اور عیب ہے جس کو تمام کائنات کا خدا اور پرمیشر کہا جائے۔

(۲) وید میں روحانی برکتیں اور پاک خاصیتیں بھی نہیں۔ کیونکہ آریہ لوگ بلکہ تمام ہندو خود تسلیم کرتے ہیں کہ بجز وید کے رشیوں کے دوسروں پر حقیقی عرفان کا دروازہ بند ہے۔ حقیقی عرفان باتفاق جمیع عارفین اُس معرفت تامہ کا نام ہے جو قال کو حال کے آئینہ میں دکھلادے اور علم الیقین کو حق الیقین کے مرتبہ تک پہنچادے۔ یعنی جس گیان کو بچوں کی طرح کتاب میں پڑھا گیا ہے وہ خود اپنے نفس پر وارد بھی ہو جائے جیسا کہ کہا گیا ہے کہ کامل مرید وہ ہے کہ ہو بہو اپنے مرشد کا رُوپ بن جاوے اور جو کچھ اصلی اور تفصیلی طور پر مرشد پر فیض ہوا تھا

اُس پر ظلّی اور اجمالی طور پر وُہی فیض ہو جائے۔ غرض تمام نقوش رُوحانی ہیں مُرشد کا ایک نمونہ ٹھہر جائے یہی عِلّتِ غائی کتاب الٰہی اور رسُول کی ہے تا ایک چراغ سے ہزاروں چراغ روشن ہو جائیں لیکن اس عرفان سے وید ہندوؤں کو جواب دے رہا ہے۔ ویدوں کے رُو سے یہ بات غیر ممکن ہے کہ کوئی شخص وید کی پیروی کر کے وہ سچّا گیان اور عرفان پا سکے جو بقول اُن کے رشیوں کو حاصل ہُوا تھا۔ یعنی محض قیل و قال سے ترقی کر کے براہِ راست خدا تعالیٰ سے مکالمہ مخاطبہ نصیب ہو جائے۔ حالانکہ وید ہی اس بات کے قائل ہیں کہ بجز سچّے گیان کے مکتی نہیں ہو سکتی۔ پس اس سے ثابت ہے کہ خود وید کے اقرار سے بجز چار رشیوں کے اور کسی ہندو کو مکتی نصیب ہی نہیں۔

غرض ویدوں میں کتاب الٰہی ہونے کی یہ علامت پائی نہیں جاتی کہ حقیقی عرفان کا دروازہ نہ صرف چار مجہول الاسم شخص پر بلکہ تمام دنیا پر کھولتے ہوں پس جب کہ جس مطلب کے لئے کتاب الٰہی آیا کرتی ہے وہ مطلب ہی ویدوں سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور گُنہ سے پاک ہونا صرف ہزاروں جونوں کی سزا پر موقوف ہے تو وید کس مرض کی دوا ہیں۔

(۳) ایسا ہی ہم دیکھتے ہیں کہ خدا تعالےٰ کے فعل سے ویدوں کی ہدایت کچھ مطابقت نہیں رکھتی کیونکہ زمین و آسمان پر نظر ڈالنے سے صریح ہمیں نظر آتا ہے کہ خداوند تعالیٰ نہایت ہی کریم ہے اور سچ مچ جیسا کہ اُس نے فرمایا ہے وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ لَا تُحۡصُوۡهَا[1]۔ اُس کی نعمتیں شمار سے خارج ہیں۔ مگر ویدوں کی یہ تعلیم ہے کہ ایک ذرہ بطور عطیہ محض کے عطا نہیں ہُوا بلکہ جو کچھ انسانوں کو

[1] ابراہیم: ۳۵

ان کے آرام کی چیزیں دی گئی ہیں وہ انہیں کے گذشتہ کرموں کا پھل ہے اور اُن چیزوں کو ظہور میں لانے والے اصل میں انہیں کے اعمال ہیں گویا زمین و آسمان چاند سورج ستارے عناصر نباتات جمادات وغیرہ جن میں انسانی وجود کے لئے فوائد بھرے ہوئے ہیں وہ آریوں کے کسی پہلے نیک کرم سے وجود پذیر ہوئے ہیں اور اگر آریوں کے اعمال صالحہ نہ ہوتے تو نہ زمین ہوتی نہ آسمان ہوتا نہ چاند نہ سورج نہ ستارے نہ نباتات نہ جمادات غرض کچھ بھی نہ ہوتا۔ اب اے ناظرین بتلادیں کہ کیا اس سے بیہودہ تر دنیا میں کوئی اور مذہب بھی ہوگا اور نیز ایک طرف تو یہ لوگ گائے بیل گھوڑے وغیرہ حیوانوں کی نسبت یہ کہتے ہیں کہ کسی سابق بدعملی سے یہ پیدا ہوئے ہیں اور ایک طرف یہ بھی کہتے ہیں کہ ہمارے نیک عملوں نے ان کو گائے بیل وغیرہ بنایا ہے کیونکہ یہ ہمارے آرام پانے کی چیزیں ہیں۔ سو دیکھنا چاہیئے کہ ان کے خیالات میں کس قدر تناقض ہے ایک بات دوسری بات کو رد کرتی ہے۔ پھر سوچنا چاہیئے کہ کیا یہ بات قرین قیاس ہے کہ سورج و چاند و زمین وغیرہ انسان کی پیدائش کے بعد اور اس کے نیک عملوں سے پیچھے پیدا ہوئے ہیں اور کیا یہ درست ہو سکتا ہے کہ جس قدر یہ نعمتیں ہیں ایک نالائق انسان اُسی قدر عمل بھی کرتا ہے اور جیسے دام دیتا ہے اسی قدر وہاں سے جنس بھی ملتی ہے آج کل اگر ایک چوہڑے یا سانسی کو بھی یہ صاف صاف باتیں سمجھائی جائیں تو اس کو سمجھنے میں ذرہ بھی دقت نہ ہو۔ مگر یہ لوگ اب تک نہیں سمجھتے اور بڑے حیا سے ابھی تک منہ پر یہی بات ہے کہ اور سب کتابیں ملمع اور کھوٹی ہیں۔ اور وید کھرا سونا ہے۔ سوائے منصفین ہم نے یہ وید کا سونا آپ لوگوں کے آگے رکھ دیا ہے اب آپ لوگ

خود سوچ لیں کہ کہاں تک اس سونے میں خالصیت بھری ہوتی ہے۔
(۴) ایسا ہی ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری کانشنس اور نور قلب سے جو ہم کو عطا کیا گیا ہے وید کی تعلیمیں مطابقت نہیں رکھتی ہیں۔ ہمارا کانشنس ہرگز ان باتوں کو قبول نہیں کرتا کہ جس پر ہماری ساری زندگی کا سہارا ہے اور جو ہماری ہر یک تربیت کا سرچشمہ ہے وہ ایسا کمزور ہو کہ نہ تو از خود پیدا کر سکے نہ کوئی رحمت پہنچا سکے نہ ہمیشہ کے لئے نجات دے سکے نہ توبہ و استغفار سے ہمارا گناہ معاف کر سکے۔ نہ ہماری کوششوں سے ہمیں حقیقی عرفان تک پہنچا سکے۔ غرض کچھ بھی نہ کر سکے۔ تو پھر ایسے کا ہونا کیا اور نہ ہونا کیا۔ اگر یہی پرمیشر ہے تو حقیقت عالم با لا معلوم شُد۔ ویدوں کی تعلیم پرستش اس سے بھی عمدہ تر ہے۔ کسی قوم کو مُنصف مقرر کرکے دیکھ لو۔ کوئی شخص اس بات کا قائل نہیں ہوگا کہ وید مشرکانہ تعلیم سے خالی ہیں ہم نے ویدوں پر بہت غور کی اور جہاں تک طاقت بشری ہے ان کے معلوم کرنے کے لئے زور لگایا آخر ہم پر صاف کھل گیا کہ یہ چاروں وید پرانے مخلوق پرستوں کے خیالات کا مجموعہ ہیں۔ اور اُس زمانہ کی بناوٹ ہیں کہ جب کہ سچے قادر تک لوگوں کو رسائی نہیں ہوئی تھی پس وہ لوگ جو علمِ الٰہیات میں پست نگاہ رکھتے تھے انہوں نے زمانہ کا اُلٹ پھیر اور حوادث ارضی و سماوی میں اجرام سماوی و عناصر کا بہت کچھ دخل دیکھ کر یہی اپنے دلوں میں سمجھ لیا کہ اگر کوئی رَبّ العالمین و مدبّر عالم ہے تو یہی چیزیں ہیں۔ اِن کے سوا اگر کچھ ہے تو وہ دخل در عالم سے معطل و بے کار ہے۔ سو در حقیقت نفی صفات الٰہی کرنا اور خدائے تعالےٰ کو قادرانہ تصرف سے معطّل سمجھنا یہی اصل موجب دیوتا پرستی اور تناسخ کا ہے۔ کیونکہ جب کہ خدا تعالےٰ اپنے مدبّرانہ کاموں سے معطّل خیال

صفحہ ۱۶

کیا گیا تو حاجت براری کے لئے دیوتے گھڑے گئے۔ اور تقدیری تغیرات اور انقلابات کو گذشتہ عملوں کا نتیجہ ٹھہرایا گیا۔ سو اس ایک ہی خیال سے یہ دونوں خرابیاں پیدا ہوگئیں یعنی اواگون اور دیوتا پرستی۔ آریہ سماج والے جنہوں نے ویدوں کی اصلاح کی اپنے ذمہ سرپرستی لی ہے بڑی جانکاہی سے پردہ پوشی کرنا چاہتے ہیں۔ اور نخواہ نخواہ کوشش کر رہے ہیں کہ ویدوں کو مشرکانہ تعلیم سے پاک ٹھہرائیں۔ مگر اُن کے حق میں کیا خوب ہوتا کہ چاروں وید پردۂ زمین سے ایسے نیست و نابود ہو جاتے کہ کوئی مخالف اُن کی اندرونی آلائش دیکھنے کا موقعہ نہ پا سکتا۔

رہے وید کے علوم و فنون تو اُن کی نسبت تو ہم کچھ بیان کر چکے ہیں اور کچھ اور بھی بیان ہوگا۔ بالآخر یہ بھی ظاہر کرنا قرین مصلحت ہے کہ ہم نے اس آریہ راقم رسالہ کی نسبت قادیان کے ہندوؤں سے سُنا ہے کہ اُس کی زبان پر سرِشتی چڑھی ہوئی ہے۔ سو اب ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ آیا اُس سرِشتی کے اتارنے کے لئے اسی قدر ہماری تحریر کافی ہے یا کسی اور تدارک کی بھی ضرورت ہے۔

ہندوؤں کے ویدوں کی کچھ ماہیّت اور انکی تعلیم کا کسی قدر نمونہ

پروفیسر ولسن صاحب اپنے ترجمہ رگوید کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ رگوید کے ایک سو اکیس منتروں میں سے جو اوّل اشٹکا میں ہیں سینتیس ۳۷ صرف اگنی کی ہی تعریف میں ہیں یا اگنی کے ساتھ اور دیوتاؤں کی مہما اُن میں درج ہے۔ اور پینتالیس ۴۵ منتروں میں اِندر کی مہما برنن ہے اور منجملہ باقی منتروں کے باراں منتر مروت یعنی ہوا کے دیوتاؤں کی تعریف میں ہیں جو کہ اندر کے ہمراہی ہیں۔ اور گیارہ آسونوں کی تعریف میں ہیں جو کہ سورج کے پوتر ہیں۔ چار منتر صبح کے دیوتا کی تعریف میں ہیں اور چار وسویدیوا کی تعریف میں جن کو سربھو دیوتا بھی کہتے ہیں۔ اور باقی منتروں میں ادنٰے دیوتاؤں کی مہما برنن ہے۔ اس بیان سے صاف ہویدا ہے کہ اُس زمانہ میں عناصر کی پرستش ہوتی تھی۔ تمّ کلامہٗ۔

مـ۶۲

یہ پروفیسر ولسن صاحب مترجم وید کی رائے ہے جس کو انہوں نے اپنے ترجمہ رِگ وید کے دیباچہ میں لکھا ہے۔ اب ہم بطور نمونہ وہ چند شرتیاں رگ وید کی اس جگہ تحریر کرتے ہیں جن کی صحت کو ہم نے نہ صرف ایک کتاب سے بلکہ کئی وسائل سے اور کامل واقف کاروں کی شہادت سے بپایۂ ثبوت پہنچا لیا ہے پس اب آریوں کے لئے ہرگز یہ جائز نہیں ہوگا کہ صرف گردن ہلا کر اُن شرتیوں

سے انکار کردیں بلکہ انکار کی حالت میں ان پر واجب ہوگا کہ اگر یہ ترجمہ صحیح نہیں ہے تو جس ترجمہ کو وہ صحیح سمجھتے ہیں وہ تحت اللفظ مع اپنی شرح کے شائع کرا دیں تا برہمو سماج کے فاضل پنڈت جو سنسکرت پُستکوں سے بخوبی واقف ہیں ثالث کی طرح درمیان میں آکر فیصلہ کر دیں اور اگر اب بھی آریہ صاحبان چپکے رہے تو پھر اُن پر ڈگری ہے اور وُہ شُرتیاں یہ ہیں۔

رگوید سنتھا اشٹک اوّل

پہلا ادھیائی انوک ۱

سکت ۱

(۱) مَیں اگنی دیوتا کی جو ہوم کا بڑا اگرو کا رکن اور دیوتاؤں کو نذریں پہنچانے والا اور بڑا ثروت والا ہے مہما کرتا ہوں۔

شرح۔ شارح لکھتا ہے کہ جس لفظ سے ثروت والا ترجمہ کیا گیا ہے وہ لفظ سنسکرت کی اصل عبارت میں رتنا دہاتما ہے جس کے معنے ہیں جواہر رکھنے والا مگر رتن دولت کو بھی کہتے ہیں۔اس شرتی میں شاعرانہ تناسب کا بیان ہے یعنے آگ کو اوّل ایک ایسا دیوتا مقرر کیا گیا جس کو سب دیوتاؤں سے پہلے نذریں دینی پڑتی ہیں یعنی ہوم کا گھی وغیرہ پہلے پہل آگ ہی پر ڈالا جاتا ہے سو اِس لحاظ سے وہ پہلا دیوتا ہے جس کی ویدوں میں سب سے پہلے تعریف ہوئی ہے بلکہ رگوید کی عبارت شروع ہی اگنی کی تعریف سے ہوتی ہے۔اور جو نذریں دوسرے دیوتاؤں کو یہ اگنی دیوتا پہنچاتا ہے وہ کیا شے ہے؟ وہ اُن بخارات سے مراد ہے جو گھی

وغیرہ کو آگ پر ڈالنے سے آگ میں سے اُٹھتے ہیں اور ہوا میں جا ملتے ہیں۔ جو وایو دیوتا ہے اور پھر اندر دیوتا یعنی کرۂ زمہریر تک اُس کا اثر پہنچتا ہے۔ اور پھر دھرتی دیوتا پر اُس کا اثر پڑتا ہے۔ یہ تو اِس شُرتی کا مضمون ہے اور لفظی صنعت اس میں یہ ہے کہ آگ کو جس کا رنگ تاباں و درخشاں ہے رتنا دہاتما یعنے جواہر دار قرار دے دیا ہے کیونکہ آگ کی چمک کو جواہرات کی چمک سے ایک مناسبت ہے گویا اگنی ایک جوہر دار اور دولت مند دیوتا ہے جس کے پاس اس قدر جواہر ہیں جو دیوتاؤں کو نذریں دیتا ہے۔

اب میں کہتا ہوں کہ یہ تناسب شاعرانہ تو سب ہوئے مگر کیا اِس شُرتی میں پرمیشر کا کہیں ذکر بھی ہے اے آریو کچھ انصاف کرو ایماناً اپنی کانشنس سے ہی پوچھ کر دیکھو کہ بجز اس باقرینہ معنوں کے کوئی اور بھی اس کے معنے بن سکتے ہیں ہرگز نہیں بن سکتے۔ کیونکہ اگر اگنی سے پرمیشر مراد ہے تو پھر وہ دُوسرے دیوتے کون سے ہیں جن کو پرمیشر نذریں پہنچاتا ہے۔ اور نیز اس صورت میں شعر کا بھی ستیاناس ہو جائے گا کیونکہ اس نازک خیال شاعر نے آگ کو باعتبار چمکتے ہوئے رنگ کے ایک جواہر دار سے تشبیہ دی ہے جیسا کہ آگ کو جواہر تاباں سے اور شاعر بھی تشبیہ دیتے آئے ہیں۔ شیخ سعدی مرحوم نے بھی ایک شعر میں آتش کو جواہرات سے تشبیہ دے دی ہے۔ پس اگر ہم اگنی سے مراد آگ نہ لیں بلکہ پرمیشر مراد لیں تو اس ساری لطافت کی مٹی پلید ہو گی۔ لیکن ہم کسی طرح اگنی سے مُراد پرمیشر نہیں لے سکتے کیونکہ اس سے آگے آنے والی شُرتیوں سے اور بھی ویدوں کا بھانڈا پھوٹ گیا ہے۔ دیکھو اِسی اگنی کی دوسری تعریف

اسی اشٹک انوکا ۲ سکت (۱) صفحہ ۷ ۵ میں یہ شرتی ہے۔ اے اگنی جو کہ دو لکڑیوں کے باہم رگڑنے سے پیدا ہوتی ہے اس پاک کٹی ہوئی کشا پر دیوتاؤں کو لا تو ہماری جانب سے اُن کا بلانے والا ہے اور تیری پرستش ہوتی ہے۔ اب آریوں کو سوچنا چاہیئے کہ کیا پرمیشر دو لکڑیوں کے رگڑنے سے پیدا ہوتا ہے کیا اِس سے کھلا کھلا کوئی اور نشان بھی ہوگا کہ شاعر نے لکڑیوں کا بھی ذکر کر دیا جو آگ کے بھڑکنے کا موجب ہے۔ پھر اگر اس شرتی پر بھی اعتبار نہ ہو تو ایک اور شرتی ذیل میں لکھی جاتی ہے اُس کو پڑھو اور کچھ انصاف کرو اور وہ یہ ہے اے اگنی نیک کاموں کو ترقی دینے والی جن دیوتاؤں کی ہم پوجا کرتے ہیں اُن کو مع اُن کی استریوں کے شریک کرا اے روشن زبان والی انہیں سوم کا رس پلنے کو دے۔ دیکھو اشٹک اوّل انوکا ۲ سکت ۳۔

دیکھو اس جگہ بھی شاعر نے باعتبار چمک کے اگنی کو روشن زبان کہا اور اُس کا کام یہ بتلایا کہ وہ دوسرے دیوتاؤں کو اور نیز ان کی عورتوں کو سوم کا رس پلاتی ہے پس آگ کو اُس کی بخار انگیزی کی وجہ سے دیوتاؤں کے ساقی خیال کیا گیا۔ اب سوچو کیا یہ پرمیشور ہونے کے لچھن ہیں۔ پھر اگر یہ شرتی بھی دل کا دھڑکا دور نہ کر سکے تو لیجئے ایک اور شرتی آپ کی نذر ہے۔

اے اگنی دیوتا اپنی چالاک اور طاقت ور گھوڑیاں جن کو بنام روہت نامزد کرتے ہیں اپنی رتھ میں جوت اور اُن کے وسیلہ

یہاں دیوتاؤں کو لا۔ دیکھو دہی اشٹک انوکا ۲ سکت ۳۔

اس شرتی میں شاعر نے آگ کے تیز شعلوں کو گھوڑیوں کی شکل پر تصور کر لیا ہے اور آگ کی صورت مجموعی کو جو افروختہ ہو رہی ہے ایک رتھ قرار دے لیا ہے اور مدعا اُس کا یہ ہے کہ اس آگ سے بخار اٹھیں گے اور ہوا وغیرہ میں پہنچیں گے جیسا کہ وہ ایک دوسری شرتی میں لکھتا ہے جس کا یہی انوکا اور یہی سکت ہے۔ اے اگنی تو اِندر و آیو برہسپتی متر اپشان پھاگا ادتیاون اور مروت کے گروہ کو نذر پیش کر۔ اِندر کرۂ زمہریر کا نام وآیو ہوا کا نام اور باقی چاروں برسات کے مہینوں کے نام ہیں۔ اور مروت مہینہ کی ہوائیں ہیں شاعر نے ان سب کو دیوتا مقرر کر دیا ہے اُس کا مطلب یہ ہے کہ اوّل حرارت سے ہی بخارات اٹھتے ہیں تو گویا اگنی بخارات کو اُٹھا کر پھر انہیں اندر وغیرہ کو وہ نذر پیش کرتی ہے تمام وید میں یہی جھگڑا بار بار ذکر کیا گیا ہے کہ پہلے پہل بخارات ہوا میں مل کر اِندر کے پیٹ میں پڑتے ہیں جیسا کہ اسی اشٹک انوکا ۳ سکت ایک میں لکھا ہے اِندر کا شکم سوم کا رس کثرت سے پینے کے باعث سمندر کی مانند پھولتا ہے اور تالو کی نمی کی مانند ہمیشہ تر رہتا ہے۔ انہیں کھانوں سے اِندر کا پیٹ بھرتا ہے اور قوت حاصل ہوتی ہے۔ اے خوب صورت زنخدان والے اِندر ان تعریفوں سے خوش ہو۔ اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اِندر کا ساقی اگنی ہی ہے اب ان تمام وجوہات سے ثابت ہوتا ہے کہ درحقیقت اگنی سے مراد آگ ہی ہے اور لفظ اگنی کے عام اور لغوی معنے آتش کے ہیں تمام مسلسل بیان رِگ وید کا

۶۵

اسی پر شہادت دے رہا ہے اور وید کے پہلے بھاشیکاروں نے بھی یہی معنے لکھے ہیں اور تناسبات شاعرانہ منتروں کے بھی اسی کو چاہتے ہیں اور جن صفتوں سے اگنی کو منسوب کیا گیا ہے وہ بھی آگ کی ہی صفتیں ہیں نہ پرمیشر کی۔ اور یہ خیال اکثر ہندوؤں کا قدیم سے چلا آیا ہے اور اب بھی ہے اور اسی بناء پر جوالا مکھی کی آگ کروڑوں ہندوؤں کی نظر میں ایک بڑی بھاری دیوی ہے چنانچہ ہم نے بہت سے ہندوؤں کو کہتے سُنا کہ اِس کل جُگ کے زمانہ میں کسی چیز میں ست باقی نہیں رہا۔ مگر ایک جوالا مکھی میں۔ اس بات کو کون نہیں جانتا کہ بہت سے ہندو آگ کو بھی پرمیشر سمجھتے ہیں۔ اور ہندوؤں میں آتش پرستوں کے فرقے جنہیں **ساگنگ** کہتے ہیں اسی بنا پر جاری ہوئے ہیں۔ پنڈت دیانند بھی اپنے وید بھاش میں جس کو اُنہوں نے ۱۸۷۷ء میں بنارس کی لیزاس کمپنی کے چھاپہ خانہ میں چھپوا کر مشتہر کیا تھا کئی مقام میں قبول کرتے ہیں کہ اگنی سے مراد آگ ہی ہے مگر اس کے دوسرے معنے پرمیشر بھی بتلاتے ہیں اس لئے پرمیشر کے دو دو معنے اُنہیں کرنے پڑے اور بہت ٹکریں ماریں مگر اس بات میں کامیاب نہ ہو سکے ان کے لئے بہتر ہوتا کہ وہ سیدھے سیدھے الفاظ کو ناحق کی تکلیف سے بیاکرن کے ایک بے ضابطہ شکنجہ پر نہ چڑھاتے اور نہ اپنی طرف سے ایک بے سند لغات تراشی کرتے بلکہ ہمہ اوست ہونے کا دعویٰ کر کے ویدانتیوں کی طرح آگ اور ہوا اور پانی اور خاک وغیرہ کو خدا کہہ دیتے اس صورت میں شاید ویدوں کی کچھ پردہ پوشی ہو سکتی۔ بہرحال ہم آریوں کے لائق ممبروں سے خواستگار ہیں کہ وہ ان منتروں کی اپنے طور پر تاویل کر کے ہمارے بیان کے مقابل شائع

کریں اور پھر کسی ثالث کو دکھلا دیں۔ اور دیانندی دھوکوں پر مغرور نہ ہیں اگرچہ اُن کے اس وہم کا بڑا مشکل علاج ہے کہ دیانند وید دانی میں بڑا عالم فاضل تھا مگر تین باتوں کے سوچنے سے یہ مشکل اُن کی آسان ہو سکتی ہے۔

علاج

اوّل یہ کہ جن دوسرے قدیم پنڈتوں سے دیانند نے اختلاف کیا ہے درحقیقت کثرت رائے انہیں کی جانب ہے وہی ہیں جو صدہا بلکہ ہزارہا برسوں سے ویدوں کی دیوتا پرستی کو شائع کرتے آئے ہیں۔

دوم یہ کہ عملی طور پر جس چیز نے نہایت متشرع اور پرہیزگار ہندوؤں میں رواج پایا ہے وہ مخلوق پرستی کے عقاید ہیں جو ان کے ایسے مقامات میں جو متبرک اور چشمۂ ہدایت خیال کئے جاتے ہیں ایسے وقتوں سے استحکام پذیر ہیں۔ جن کا ابتدا معلوم کرنا مشکل ہے مثلاً شہر بنارس جو ہندوؤں کا ایک دارالعلم سمجھا گیا ہے جس میں برہمن اور پنڈت ہر ملک سے آکر دس دس باراں باراں سال تک زیر تعلیم رہتے ہیں یہ شہر شرک سے ایسا بھرا ہوا ہے کہ شاید کوئی دوسری اس کی نظیر نہ ہو۔ اس شہر میں پنڈتوں کے بے شمار دیوتاؤں کے بے شمار مندر ہیں جن میں سے بعض کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ وہ نہایت ہی پرانے اور رشیوں کے وقت کے ہیں۔ یہ شہر گنگا کے مشرقی کنارہ پر طولاً ڈھائی میل اور عموماً ایک میل تک عرض میں آباد ہے۔ شاید اس نظر سے کہ گنگا بھی ایک بڑی دیوی ہے۔ اس کے کنارہ پر یہ آباد کیا گیا ہے اگرچہ ظاہری خوبی اس شہر میں کچھ ایسی نہیں۔ مگر پھر بھی یہ خوبی سمجھی گئی ہے کہ مخلوق پرستی اس پر ختم ہے اکثر ہندو بوڑھے ہو کر اس شہر کی طرف ہجرت کر جاتے ہیں کیونکہ

اُن کے خیال میں اُس میں مرنا سُرگ میں پہنچا دیتا ہے اب دیکھنا چاہیئے کہ یہ وہی شہر ہے جس میں ہزاروں پنڈت ابتدا سے ہوتے چلے آتے ہیں۔ اور اب بھی ہیں گویا یہ شہر ایک وید مجسم ہے لیکن ہر کوچہ و گلی میں اُس میل کچیل کی طرح جو اس شہر کی گلیوں میں پائی جاتی ہے جابجا دیویوں اور دیوتاؤں کی مورتیں پرستش کے لئے نصب کی ہوئی نظر آتی ہیں۔ پس جب وید نے اسی شہر پر جو آریہ علماء کا ایک معدن شمار کیا جاتا ہے یہ اثر ڈالا نہ آج سے بلکہ ہزارہا سال سے تو اور اور جگہوں پر وہ کون سا نیک اثر ڈالے گا۔

سوم یہ کہ اگر ویدوں کا تحت اللفظ ترجمہ کر کے (خواہ بڑے بڑے متعصب آریہ اپنے ہاتھ سے کریں) کسی اور ملک میں بھیجا جائے مثلاً انگلستان میں یا امریکہ میں یا رُوس میں تو کوئی شخص ان منتروں میں توحید نہیں سمجھ سکتا چنانچہ اس کا تجربہ بھی ہو چکا۔ اب اگر فرض کے طور پر تسلیم بھی کر لیں کہ ویدوں میں گو بظاہر مشرکانہ تعلیم ہے مگر در پردہ اس کے اندر توحید چھپی ہوئی ہے تو ایسی چیستوں اور پہیلیوں سے خلق اللہ کو کیا فائدہ ہوگا اور پنڈتوں کے ہزاروں طرح کے موجودہ شرکوں پر کون سا نیک اثر پڑے گا۔ کیا ایسا کمزور اور ناتوان بیان اُس سخت طوفان کو فرو کر سکتا ہے جو خود ہندوؤں کے بڑے بڑے اچارج اُس کا موجب ہو رہے ہیں اور بڑے زور سے ادعا کرتے ہیں کہ وہی مسائل صحیح ہیں جو ہم نے سمجھے ہیں اور وہی وید کے موافق ہیں۔ اگر کوئی پاک خیال پنڈت ہو بنارسی ٹھگ نہ ہو تو وہ شہادت دے سکتا ہے کہ اب وید آپ اصلاح پانے کے لائق ہیں نہ یہ کہ حالت موجودہ کی اصلاح کر سکتے ہیں۔

ﷺ

چہارم عقل خداداد کو دخل دینے کے وقت معلوم ہوگا کہ جن قرائن اور علامات اور صریح بیان سے ویدوں میں تعلیم مخلوق پرستی کی ثابت ہوتی ہے وہ سب دلائل قطعی اور یقینی ہیں۔ چنانچہ جابجا ہر یک منتر میں پنڈت دیانند نے بھی اپنے وید بھاشں میں مان لیا ہے کہ حقیقت میں اگنی سے مراد آگ اور وایو سے مراد ہوا ہے۔ مگر اس کے دوسرے معنے بھی ہیں چنانچہ رگ وید اشٹک اوّل کے دوسرے سکت کی پہلی تین منتر میں جو وایو کے مہا برتن میں ہیں ان میں بھی پنڈت دیانند نے اپنے وید بھاش میں قبول کرلیا ہے کہ اگنی اور وایو حقیقت میں آگ اور ہوا کے نام ہیں۔ مگر یہ پرمیشور کے نام بھی ہیں اب دیکھنا چاہیئے کہ جن باتوں کا تمام دوسرے پنڈت دعویٰ کرتے ہیں اُن کو آپ بھی اقرار ہے لیکن جو نیا خیال انہوں نے ظاہر کیا ہے دوسرے پنڈت اس سے سراسر منکر ہیں۔ اور دیانند نے کوئی ایسے وجوہات بھی پیش نہیں کئے جو ایک ذرہ اطمینان کے لائق ہوں۔ ہم نے اس کے وید بھاش کو غور سے سُنا ہے اور اُن فاضل برہموؤں کی تحریریں بھی دیکھی ہیں جو دیانندی خیالات کے استیصال کے لئے متوجہ ہیں۔ ہم سچا سچ کہتے ہیں کہ اس کے ہر یک فقرہ سے ہم کو ایک تحکم کی بدبو آتی ہے جو ایک موٹی سمجھ اور نالیاقتی سے ملا ہوا اور ایک دہقانی اور گنواری تقریر میں بیان کیا گیا ہے۔ اور مَیں ان خوش عقیدوں کو جنہوں نے اپنی فطرتی عقل کو بے کار چھوڑ کر اپنا دھرم اور ایمان دیانند کے حوالے کر دیا ہے اس رُوحانی موت میں اُن لوگوں کی موت سے مشابہ پاتا ہوں جو اپنی سادہ لوحی سے اپنے تئیں جگن ناتھ کی رتھ کے پہیوں کے نیچے ڈال دیتے ہیں جو اُن کو

بالکل کُچل دیتے ہیں مگر اُن کا جسم کچلا جاتا ہے مگر دیانندی وجُود کی رتھ نے ہندوؤں کی سمجھ اور عقل کو کچلا ہے اور جیسے کسبیاں جگن‡ ناتھ کی مُورت کے سامنے ناچتے ہوئے بے حیائی سے حرکتیں کرتی ہیں اور مختلف اوضاع کے ساتھ جو سراسر بے شرعی اور بے غیرتی سے صادر ہوتی ہیں اس بےجان اور بے زبان مورت کو خوش کرنا چاہتی ہیں۔ ایسا ہی آریوں کے چھٹے ہوئے اوباش خدائیتعالےٰ کے پاک نبیوں کو گالیاں دے کر دیانند کی رُوح کو اپنی دانست میں خوش کر رہے ہیں۔ اگرچہ انہیں معلوم نہیں کہ وہ کہاں پڑا ہے اور کس حالت میں ہے جس قدر آریوں نے ہمیں گندی گالیاں نکالیں اور پُر دشنام خط لکھے اور قتل کر دینے کی ہمیں دھمکیاں دیں اس کا تو ہمیں افسوس نہیں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ ان کا مادہ ہی ایسا ہے لیکن خدائیتعالےٰ کے پاک نبیوں کو گالیاں دینا اور دل دکھانے والی توہین کرنا یہ طریقہ انہوں نے اچھا نہیں پکڑا۔ ہمارے

‡ فٹ نوٹ۔ خلیج بنگالہ میں جگن ناتھ ایک شہر ہے اور وہاں ایک مشہور مندر ہے جس میں جگن ناتھ کی مورت نصب کی ہوئی ہے۔ مذہبی میلوں کی تقریب پر یہ مورت ایک رتھ میں رکھی جاتی ہے جو شاید پندرہ سولہ پہیوں کا ہوتا ہے اور پھر اس مورت کو نہایت تکلف پوشاک پہنا کر ایک مندر سے دوسرے مندر کو لے جاتے ہیں بڑے بڑے پنڈت اور سادھو ان میلوں میں جمع ہوتے ہیں جن کے لئے بقول ڈاکٹر برنی ارسودہ زانیہ عورتوں نے اپنا وجود وقف کیا ہوا ہوتا ہے باایں ہمہ وہ سب پنڈت اور سادھو خوش اعتقاد ایسے ہیں کہ اس رتھ کے پہیوں کے نیچے مرنے کو تیار ہوتے ہیں اور جو شخص اپنے تئیں رتھ کے پہیوں کے نیچے ڈال دے اور ان سے کچلا جا کر اپنی جان گنوائے ایسے شخص کو ہندوؤں میں نہایت ہی جاتا اور مقدس سمجھا جاتا ہے۔ منہ

پاس جس قدر اُن لوگوں کے گمنام خط موجود ہیں اور جو کچھ لیکھرام پشاوری کی دستخطی تحریریں اب تک پہنچی ہیں۔ جن کو ہم نے بہ حفاظت رکھا ہوا ہے۔ اس سے ایک عقلمند نتیجہ نکال سکتا ہے کہ دیانندی مذہب نے اُن کے دلوں پر کس قسم کا اثر کیا ہے۔

اب ہم اپنے پہلے مطلب کی طرف رجوع کر کے بدعویٰ کہتے ہیں کہ ہندوؤں کے وید ہرگز شرک سے خالی نہیں ہیں اور جس قدر ہم نے بطور نمونہ ویدوں کے منتر لکھے ہیں اسی قدر سے ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ ویدوں میں بجائے توحید کے کیا بھرا ہوا ہے لیکن افسوس کہ پھر بھی غبی اور بدفہم آریہ دیانندی پیچ سے نکلنا نہیں چاہتے اور عقل اور انصاف دونوں کو چھوڑ کر سراسر تحکم کی راہ سے یہ دعوے کرتے ہیں کہ ضرور دیانند کی رائے صائب ہے اس دعویٰ میں چاروں طرف سے سخت ندامتیں بھی انہیں اٹھانی پڑتی ہیں مگر کچھ ایسے حیا شرم سے دور جا پڑے ہیں۔ کہ کچھ بھی ان ندامتوں سے دردمند نہیں ہوتے ہمیں یاد ہے کہ ایک مرتبہ ایک آریہ نے ہمارے رُوبرو ذکر کیا کہ سوامی جی دیانند نے اپنے وید بھاش میں ثابت کر کے دکھلا دیا ہے کہ اگنی وایو وغیرہ پرمیشور کے نام ہیں۔ ہم نے کہا کہ تمہارے سوامی جی تو خود قبول کرتے ہیں کہ اگنی وایو سے مراد اُن منتروں میں آگ اور ہوا بھی ہے۔ دیکھو ان کا وید بھاش متعلق اشٹک اوّل رگ وید سکت ا ہاں کھینچ تان کر اگنی اور وایو وغیرہ کا نام پرمیشور بھی رکھتے ہیں مگر اس پر اُن کے پاس کوئی دلیل نہیں اور جو ہمارے پاس دلائل اس بات کے ہیں کہ ضرور اگنی وایو وغیرہ سے مراد آگ اور ہوا وغیرہ عناصر یا اجرام سماوی ہیں اُن کو نہ سوامی

ص۷۹

اور نہ اُن کا کوئی حامی توڑ سکتا ہے تب اُس آریہ نے پوچھا کہ بھلا آپ بتلائیں کہ وہ دلائل
کون سے ہیں چنانچہ وہی قطعی اور یقینی وجوہات جو رگ وید کی شرتیوں کی تشریح میں
ابھی ہم لکھ چکے ہیں وہ سب اس ہندو کو سنائے گئے تب کچھ چپ رہ کر اور سوچ
سوچ کر بولا۔ کیا سوامی جی نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا۔ اُس پر وید بھاش اُن
منتروں کا پیش کیا گیا کہ اگر کچھ جواب لکھا ہے تو تم ہی سُنا دو پھر کیا تھا ایسا چُپ
ہوا کہ بے شرمی کے سارے حیلے دبے رہے۔ اتفاقاً اردو رگوید کے کھولنے سے اس
منتر پر جو اشتک اوّل انوکا۔ا۔سکت۲ میں ہی نظر جا پڑی۔ اے **عقیل**
منترا ودرونا یہ دونوں سورج کے نام ہیں، ہمارے یگ کو کامیاب کرو تم بہت
آدمیوں کے فائدہ کے لئے پیدا ہوئے ہو۔ بہتوں کو تمہارا ہی آسرا ہے تب اس آریہ
کو یہ شرتی بھی دکھلائی گئی کہ دیکھو اس میں سورج کا مخلوق ہونا قبول کر کے پھر اُس سے
دُعا بھی مانگ لی ہے بلکہ اس پر آسرا بھی کیا ہے پس اس شرتی کا دکھلانا اُس آریہ
کے حق میں ایسا ہوا کہ جیسے کوئی مرے ہوئے سانپ کو ایک اور
سونٹا مار دیتا ہے۔ یہ تمام ذلتیں آریوں کو پہنچتی ہیں مگر ہم دیکھتے ہیں کہ وہ
ان رسوائیوں کی کچھ بھی پروا نہیں کرتے اور نہ تو اپنے خیالات کی تائید میں اور
نہ اُن عمدہ دلائل کی ردّ میں جو تقریری یا تحریری طور پر ان کو دکھلائے جاتے
ہیں کسی قسم کا ثبوت عقلی یا نقلی دے سکتے ہیں ہاں گالیاں اور دشنام دہی کا
گند اُن کے دلوں میں بہت ہے۔ پس جو کچھ اُن کی تھیلی میں ہے وہی ہر یک
سائل کو پُن دان کی طرح دیتے ہیں اور ثواب کی امید رکھتے ہیں سچ ہے معقول
بات کا معقول جواب دینا اُن لوگوں کا کام نہیں جن کا پرمیشر بھی تمام

رُوحوں اور ذرّہ ذرّہ عالم پر محض تحکّم کے رو سے قبضہ رکھتا ہے نہ کسی معقول اِستحقاق سے جو دلیل کے ساتھ قابل تسلیم ہو۔

ہمارا خیال ہے کہ جس قدر قلم کا زور اور بیان کی طاقت اور معلومات کی وسعت قدیم زمانہ کے آریوں میں پائی جاتی ہے اور جس دانش مندی سے انہوں نے ویدانت کے مسائل کو نکال کر ویدوں کی مشرکانہ تعلیم پر پردہ ڈالنا چاہا ہے اور ہمہ وست کی چادر کو پھیلا کر اگنی وایو اندر سورج چاند وغیرہ کو ایک سہل طریق سے اُس چادر کے نیچے لے لیا ہے یہ طریق تکلفات سے خالی اور بہت کچھ ویدوں کی حمایت کرنے والا ہے۔ کیونکہ بامذاق آدمی سمجھ سکتا ہے کہ ایک ہی طاقت عظمیٰ ہے جو سب تعینات میں کام کر رہی ہے لیکن اور بھی زیادہ غور کرنے سے ثابت ہوگا کہ موجودہ ویدوں کی تعلیم ہمہ اوست کے مسائل سے بھی تطبیق نہیں کھا سکتی کیونکہ بعض مواقع میں خالق کے ایک الگ وجود کو بھی مان لیا ہے اور ٹھیک ٹھیک مخلوق پرستوں کی طرح آتش و آب وغیرہ کو الگ الگ دیوتا قائم کر کے اُس سے مرادیں مانگی ہیں اور دیوتاؤں کی بہت سی تعریف کی ہے کوئی چھوٹا کوئی بڑا کوئی بوڑھا کوئی جوان اور ہر جگہ مخلوق کے خواص کُھلے کُھلے بیان کر دیئے ہیں اور پاک دلوں کو نفرت دلانے والی تعریفیں اُن دیوتاؤں کی کی ہیں اور صاف صاف اپنے بیان کو اُس حد تک پہنچا دیا ہے جس سے بہ بداہت سمجھ میں آجاتا ہے کہ یہ بیان کنندہ اپنا مذہب مخلوق پرستی رکھتا ہے نہ اور کچھ۔

اور سب سے بڑھ کر خرابی یہ ہے کہ کئی مقامات میں وید تناسخ یعنے اداگون

کا قائل ہے چنانچہ رگ وید کے پہلے ہی اشٹک میں کتنے منتر ایسے ہیں کہ ایک صاف بیان سے اواگون کے مسئلہ کی تعلیم کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اواگون کے ماننے سے ویدانت کا مسئلہ قایم نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ ویدانت والے ہریک رُوح کو مخلوق سمجھتے ہیں اور اس بات کے قائل ہیں کہ پرمیشر نے اپنے اختیار سے انسانی رُوح کو کسی حد تک طاقتیں بخشی ہیں۔ اور آپ ہی ہر مخلوق کی حدبندی کی ہے سو یہ بیان اواگون کے مسئلہ کو باطل کرنے والا ہے۔ کیونکہ مسئلہ تناسخ کے رُو سے ہریک مرد اور عورت اور انسان اور حیوان کی حدبندی اعمال سابقہ کی وجہ سے ہے اور سلسلہ اعمال سابقہ کا تبھی قائم اور محفوظ رہ سکتا ہے کہ جب ارواح کو غیر مخلوق قرار دیں ورنہ نہیں جیسا کہ ہریک عقل سلیم سمجھ سکتی ہے سو اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ویدوں کے رُو سے تمام ارواح اور ذرہ ذرہ عالم کا غیر مخلوق ہی ہے اور جب ہریک چیز ویدوں کے رُو سے غیر مخلوق ہوئی تو وہی آفتیں وہی قباحتیں وہی خرابیاں پیش آئیں گی جن کا کسی قدر ہم ذکر کر چکے ہیں اور جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ سرمہ چشم آریہ میں لکھا ہے پھر ہم تنبیہاً لکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی سچی توحید ہرگز تناسخ کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی جب تک آریہ لوگ تناسخ سے دست بردار نہ ہو لیں تب تک خدا تعالیٰ کی عظمت اور جلال پر ہرگز انہیں نظر نہیں پڑے گی منوجی کا مقدس پُستک جس کو ایک طرف ہم ویدوں کا ودبھاشس کہہ سکتے ہیں اور دوسری طرف آریوں کی سوشیل لائف کی تواریخ متصوّر ہو سکتا ہے جس پر پنڈت دیانند نے بھی بہت کچھ مدار رکھا ہے اور آریہ سماج کی عمارت کا ایک ستون قرار دے دیا ہے اس میں علاوہ علم

عقائد کے حق العباد کے مسائل بھی وید کے رُو سے ایسے عجیب عجیب بیان ہوئے ہیں
کہ بس پڑھنے والا دریائے حیرت میں ڈوب جاتا ہے اور بے اختیار کہنا پڑتا ہے کہ
ویدوں کو علاوہ کمالات توحید کے حق العباد بیان کرنے کا بھی خوب منصفانہ طریق یاد ہے۔
چنانچہ منوجی ویدوں کے رُو سے فرماتے ہیں کہ اگر رذیل کی دختر سے کوئی شریف
برہمن وغیرہ زنا کر بیٹھے تو کوئی دوش کی بات نہیں کسی قسم کا مواخذہ نہیں لیکن
اگر کمینی ذات کا کسی شریف زادی سے ایسی حرکت کرے تو جان سے مار دیا جائے
یا وہ خون بہا ادا کرے جو لڑکی کے والدین مقرر کریں۔ دیکھو منو سنتھا ادھیا ۸۔
شلوک ۳۷۵- پھر شلوک ۳۸۰ میں لکھا ہے کہ برہمن خواہ کتنے ہی بڑے جرم کا
مرتکب ہو ہرگز قتل نہ ہونا چاہیئے۔ برہمن کے قتل کے برابر کوئی گناہ نہیں۔ برہمن
نیچ ذات کی لڑکی کو اپنی زوجیت میں لا سکتا ہے۔ اور اگر کسی نیچ ذات کے پاس
سونا چاندی یا خوب صورت ہو تو برہمن اُنہیں اپنے تصرف میں لا سکتا ہے لیکن
اگر کوئی نیچ ذات ایسا فعل کرے تو جلتے ہوئے لوہے کی چادر پر جلا کر مارا جائے۔
ایسا ہی اگر برہمن کسی شودر کو وید پڑھتا ہُوا سن پائے تو اُس کے کانوں میں
پگھلا ہُوا سکہ اور جلتی ہوئی موم ڈالی جائے۔ اگر وہ اُس کی عبارت کو پڑھے تو اُس
کی زبان کاٹ ڈالنی چاہیئے اگر وہ اس کو حفظ کرے تو اس کی سزا یہ ہے کہ اُس کا جسم
چاک کر کے اس کا دل نکالا جائے۔ برہمن سب کا سرتاج ہے اگر کسی برہمن کا سرمایہ
ویدوں کی تعلیم حاصل کرنے کے اندر ختم ہو جائے تو اس کو اختیار ہے کہ اپنی حاجت
کی چیزیں کسی ویش یا شودر کے گھر سے خود چرا لے یا چوری کروا لے۔ بادشاہ کو ایسے
مظلوم کی فریاد کو نہ پہنچنا چاہیئے۔ شودر کی مکتی اسی میں ہے کہ برہمن کی خدمت

کیا کرے اور سب کام بے فائدہ ہیں نیچ ذات کو روپیہ جمع کرنے کی اجازت نہیں مبادا وہ مالدار ہو کر اونچی ذات کے لوگوں پر حکم کرے۔ (دیکھو منوسنتا ادھیاو ۱ شلوک ۳۴)

اب اگر کسی آریہ کو خیال ہو کہ منوجی نے ویدوں کے برخلاف لکھا ہے تو اوّل تو ایسا خیال خلافِ قیاس ہے جس سے منوجی پر نہ صرف یہ الزام آتا ہے کہ انہوں نے دروغ گوئی کی بلکہ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ ویدوں کے نہایت سخت دشمن اور اپنی ذات میں بدی اور شرک کی طرف مائل تھے پھر ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ منوجی کی تکذیب کچھ آسان بات نہیں بلکہ اُس صورت میں ہو سکتی ہے کہ جب بہت سے بھاشیکار پہلے زمانہ کی گواہی دیں کہ ویدوں کا ان مضامین سے درحقیقت دامن پاک ہے اور یہ سب منوجی کے نفسِ امّارہ کی بناوٹ ہے۔ مگر ایسی گواہی تب لائقِ پذیرائی ہو سکتی ہے کہ برخلاف ان تمام مضامین کے ویدوں کی شرتیاں پیش کی جائیں جو صاف صاف ان باتوں کا ردّ کرتی ہوں۔ مگر کیا کسی آریہ کو جرأت ہے کہ ایسا کام کر دکھاوے۔ پس جب تک ایسی جمہوری گواہی اور ایسے منتر ویدوں کے پیش نہ ہوں تب تک منوجی پر فردِ قرار دادِ جرم قایم نہیں ہو سکتی۔ بلکہ یہی سمجھا جائے گا کہ یہ سب وید ہی کی کرتوت ہے۔

لیکھرام پشاوری کے علم اور عقل کا نمونہ

یہ وہی لیکھرام آریہ ہے جس نے ہماری نسبت ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت

حضرت مسیح کی نسبت بہتان لگانا گندیاں گالیاں دینا گندے اشتہار چھپوانا

بے اصل توہین کو اعتراض کی صورت میں پیش کرنا اپنا دستور مقرر کر رکھا ہے

ہماری کتاب براہین احمدیہ کے ردّ میں اسی ہندو نے جس کا نام عنوان میں درج ہے چند اوراق چھپوائے ہیں اور جیسا کہ ان لوگوں کی عادت ہے بہت کچھ افترا اور بے حیا توہین اور ایک بدبودار بیوقوفی کے ساتھ قرآن شریف پر اعتراض کئے ہیں یہ کتاب جس کا نام تکذیب براہین احمدیہ رکھا ہے اس شخص کی لیاقت علمی و اندازہ عقلی کا ایک آئینہ ہے۔ ہمیں ہرگز امید نہیں کہ تمیز دار ہندو اس کتاب کو پڑھکر پھر یہ رائے ظاہر کر سکے کہ اس کے مؤلف کو عقل اور فہم اور علم دین سے کچھ حصّہ ہے یا تہذیب اور شرافت سے اُس کی فطرت کو کچھ تعلّق ہے۔ اس کتاب کی حقیقت سے ہمیں بخوبی واقفیّت ہے اور ہمیں اس وقت اُن ہندوؤں کی عقل پر نہایت افسوس ہے جنہوں نے ایک ایسے جاہل لایعقل کے سیہ کردہ کاغذات کو قیمتاً خرید نا چاہا ہے ہم عنقریب گند اور افترا اس جہل مجسم کا اپنی مبسوط کتاب براہین احمدیہ حصّہ پنجم میں ظاہر کریں گے اور نہایت صاف طور پر دکھلادیں گے کہ آریوں کے لئے ایسے شخص کی رہنمائی اور اس کی یہ کتاب قابل شرم ہے یا نہیں۔ اگر ہم چاہتے تو ردّ اس کتاب کا جو رسالہ کے طور پر ہمارے پاس تیار پڑا ہے اِس کتاب کے شائع ہونے سے پہلے شائع کر دیتے لیکن ہم پہلے آریوں کی

عقل کو آزمانا چاہتے کہ وہ اس ہندو کی کتاب پر کیا کیا رائیں ظاہر کرتے ہیں۔ اور کہاں تک اس کا ساتھ دیتے ہیں۔ کیونکہ اس صورت میں بہتوں کے اندازہ عقل و فہم و انصاف کا امتحان ہوجائے گا۔ جس شخص نے ہماری کسی کتاب کو پڑھا ہوگا وہ اگر چاہے تو شہادت دے سکتا ہے کہ ہماری تحریریں ملمع اور سرسری ہرگز نہیں ہوا کرتیں بلکہ ایک منصف اور عقل مند حاکم کی تحقیقات سے مشابہ ہیں جو مقدمہ کی تہہ کو پہنچ کر اور ہر یک تنقیح طلب امر کا پورا پورا تصفیہ کرکے پھر حکم صادر کرتا ہے۔ اب ہم بطور نمونہ پشاوری صاحب کے خیالات میں سے دو ایک باتیں ظاہر کرتے ہیں وہ اپنی کتاب کے صفحہ ۲۵ میں رُوحوں کے غیر مخلوق ہونے پر یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ نہ تو رُوحیں ترکیب پذیر اور نہ منقسم ہونیوالی چیزیں ہیں پھر اُن کی پیدائش کس طرح ہوئی۔ لہذا ثابت ہوا کہ رُوحیں انادی ہیں۔

اب ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ کہاں تک اس شخص میں دلیل شناسی کا مادہ ہے۔ اتنا نہیں جانتا کہ جو کچھ میں بیان کرتا ہوں وہ تو آریوں کی طرف سے خود ایک دعویٰ ہے کہ ان کا پرمیشر فقط جوڑنے جاڑنے پر قادر ہے اور جو چیزیں ترکیب پذیر یا منقسم ہونے والی نہیں ہیں اُن کو پرمیشر پیدا نہیں کرسکتا۔ کیونکہ پرمیشر کا کام جوڑنا جاڑنا ہے۔ اس سے زیادہ اسے طاقت نہیں مگر اس دعویٰ پر کوئی دلیل پیش نہیں کرتے کہ کیوں طاقت نہیں۔ اسی دعویٰ کو خوش عقیدگی سے لیکھرام نے بجائے دلیل پیش کردیا ہے اب لیکھ رام کی لیاقت کے جانچنے کے لئے یہی نمونہ کافی ہے کہ وہ ایسے دعویٰ کو جو اپنے مفہوم کے اثبات میں خود دلیل کا محتاج ہے دلیل سمجھ بیٹھا ہے گویا بیان کررہا ہے کہ رُوحوں کے غیر مخلوق ہونے پر یہ دلیل ہے کہ ہم آریہ لوگ

کسی بسیط اور ناقابلِ تقسیم چیز کو مخلوق نہیں مانتے اے بھلے مانس کیا دلیل اسی بات کا نام ہے کہ جس چیز کو آپ نہ مانیں وہی نہ ماننا دلیل سمجھا جائے پس جس شخص کو دعویٰ اور دلیل میں تفریق کرنے کا مادہ نہیں کیا وہ یہ حق رکھتا ہے کہ آریوں کی طرف سے وکیل بن کر مناظرہ و مجادلہ کے میدان میں آوے اور کیا ایسے وکیل کا ساختہ و پرداختہ سب آریوں کو منظور و مقبول ہوگا۔ ابھی تھوڑا زمانہ گذرا ہے کہ جب دیانند نے یہ رائے ظاہر کی کہ پرمیشر کو رُوحوں کی خبر نہیں کہ کہاں ہیں اور کتنے ہیں تو اس پر فی الفور منشی جیون داس نے پرچہ سفیر ہند امرت سر میں چھپوایا کہ دیانند کی ایسی ایسی رائیں ہرگز ہم قبول نہیں کریں گے۔ وُہ ہمارا کچھ رہبر نہیں حالانکہ ظاہر ہے کہ دیانند اس شخص کی طرح نِرا کاٹھ کا پتلا نہ تھا۔ ہاں جو کچھ وید میں بُرا بھلا لکھا ہے وہ کچھ ظاہر کر دیتا تھا اور کچھ تاویلوں کے شکنجہ پر چڑھا کر پوشیدہ کرنا چاہتا تھا جس میں وہ ناکام رہا۔ پس جبکہ باتمیز آدمیوں نے دیانند کی باتوں کو قبول کرنا نہ چاہا تو پھر لیکھرام کی یہ نئی منطق کیوں کر قبول کریں گے اور اگر قبول بھی کرلیں تو بہرحال امید کی جاتی ہے کہ اس شخص کی یہ تحریریں جن کی بنا سراسر جہالت اور تعصب پر ہے آریوں کی اور بھی قلعی کھولیں گی۔ بھلا خیال کرنے کا مقام ہے کہ یہی تو آریوں کی طرف سے دعویٰ ہے کہ ارواح اور ذرہ ذرہ عالم کا خود بخود ہے کیوں خود بخود ہے؟ یہی باعث کہ پرمیشر بجز باہم ترکیب دینے اور جوڑنے جاڑنے کے کسی بسیط چیز کو پیدا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اب اسی دعویٰ کو یہ لایق شخص بطور دلیل پیش کرتا ہے نہیں جانتا کہ دلیل تو وہ ہوتی ہے کہ جس کے مقدمات ایسے بدیہی الثبوت ہوں کہ جو فریقین کو ماننے پڑیں۔ مگر کیا یہ امر متخاصمین کا مانا ہُوا یا اصول موضوعہ میں سے ہے کہ بسائط کے پیدا کرنے پر خدا تعالےٰ قادر نہیں بلکہ یہ تو آریوں کا ہی بے دلیل اعتقاد ہے کہ جو اُن کے پرمیشر

کے پرمیشر ان کی بکلی بیخ کنی کرتا ہے کیونکہ جس حالت میں ان کا قول ہے کہ تمام روحیں اور ذرہ ذرہ عالم کا خود بخود ہے جو قدیم سے خود بخود چلا آتا ہے تو اس صورت میں ضرور یہ اعتراض ہوگا کہ اُن چیزوں پر اُن کے پرمیشر کا قبضہ کس قسم کا ہے آیا کسی استحقاق کی وجہ سے یا جبر کے طور پر۔ اگر کوئی استحقاق ہے تو ظاہر ہے کہ وہ خالقیت کا استحقاق ہوگا لیکن خالقیت کے تو آریہ قائل ہی نہیں تو پھر دوسری بات ماننی پڑی کہ جبر کے طور پر قبضہ ہے یعنی اس بات کا قائل ہونا پڑا کہ پرمیشر اپنی زیادت طاقت کی وجہ سے کم طاقتوں پر غالب آگیا۔ پھر جس کنوئیں یا خندق میں چاہا ڈالتا رہا۔ اب ظاہر ہے کہ محض جبر بلا استحقاق وہ چیز ہے جس کو دوسرے لفظوں میں ظلم کہتے ہیں۔ تو اس سے ظاہر ہوا کہ آریوں کے نزدیک پرمیشر سخت ظالم ہے جس نے بغیر ذاتی استحقاق کے خواہ نخواہ کروڑہا برسوں سے تناسخ کی گردش میں انہیں ڈال رکھا ہے اور گُنہ یہی کہ تم میری کیوں اطاعت نہیں کرتے۔ بھلا تیری کیوں اطاعت کریں تُو ہے کون اور تیرا استحقاق کیا ہے۔ کیا تو نے پیدا کیا یا بغیر گذشتہ کرموں کے اپنی طرف سے کچھ رحم یا کرم کر سکتا ہے یا ہمیشہ کے لئے دُنیا کی بلاؤں سے چھوڑا سکتا ہے آخر تو کون سی چیز اپنی گرہ سے دے سکتا ہے تا تیری اطاعت کی جائے۔

اب خیال کرنا چاہیئے کہ بجُز اس صورت کے خُدا تعالیٰ کو اپنا خالق اور اپنا رب اور اپنا مبدء فیوض مان لیا جائے کوئی اور بھی صُورت ہے جس سے اس کا استحقاق مالکیت قایم و ثابت ہو سکے اگر کسی آریہ کے ذہن میں ہے تو پیش کرے۔ تم سوچ کر دیکھ لو کہ خدا تعالےٰ جو ہمارا خدا کہلاتا ہے اُس کی خدائی کی اصل حقیقت یہی ہے کہ وہ ایک

مبدء فیض وجود ہے جس کے ہاتھ سے وہ سب وجودوں کا نمود ہے اسی سے اُس کا استحقاق معبودیت پیدا ہوتا ہے اور اسی سے ہم بخوشی دل قبول کرتے ہیں کہ اُس کا ہمارے بدن ودل وجان پر قبضہ استحقاقی قبضہ ہے کیونکہ ہم کچھ بھی نہ تھے اُسی نے ہم کو وجود بخشا۔ پس جس نے عدم سے ہمیں موجود کیا وہ کامل استحقاق سے ہمارا مالک ہے۔ اب حاصل کلام یہ کہ سب ارواح اور ذرات عالم کو غیر مخلوق اور انادی مان کر اور باایں ہمہ خدا تعالےٰ کو رحم کرنے سے بھی خالی سمجھ کر ایک ذرہ استحقاق الوہیت اُس کا ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ یہی ثابت ہوتا ہے کہ اس کا رُوحوں پر قبضہ ایک ناجائز قبضہ ہے کہ بجز جبر اور ظلم کے اور کوئی وجہ اس قبضہ کی پائی نہیں جاتی اور تطاول ظلم بھی حد سے بڑھا ہوا ہے۔ کیونکہ جن چیزوں کو اُس نے اپنے ہاتھ سے پیدا نہیں کیا۔ جن پر ایک ذرہ رحم نہیں کرسکتا ان کو بے انتہا زمانہ سے بےوجہ وبےسبب تناسخ کی گردش اور ہزاروں دُکھوں میں ڈال رکھا ہے ایک دفعہ مکتی دیکر اور اس امتحانگاہ میں پاس کرکے پھر بھی پیچھا نہیں چھوڑتا پھر ناکردہ گناہ بار بار مکتی خانہ سے باہر نکالتا ہے کیا کوئی ایسا دل ہے کہ ایسے سخت طبع پرمیشر سے بیزار نہ ہو ایسی سختی وہ کیوں کرتا ہے شاید اس کا یہ سبب ہو کہ کوئی ایسا زمانہ بھی گذرا ہو کہ رُوحوں نے بھی غالب آکر اس پر کوئی سختی کی ہو۔ جس طرح اوّل اوّل راجہ راون راجہ رام چندر پر غالب آگیا تھا اور رام چندر کو اُس سے بہت کچھ قابلِ شرم دُکھ پہنچا تھا۔ سو اسی طرح ممکن ہے کہ ایسا ہی پرمیشر کو بھی کسی زمانہ میں رُوحوں سے بہت دلآزار دُکھ پہنچا ہو سو آج وہ اُنہیں ظالم رُوحوں سے اپنی کسریں نکال رہا ہے اور جس طرح رام چندر نے فتحیاب ہوکر لنکا کو جلا دیا تھا یہی ارادہ پرمیشر کا بھی ہندوؤں کے ساتھ معلوم ہوتا ہے

صـ۷۶

کہ روز بروز انہیں غارت ہی کرتا جاتا ہے۔ شاید مُردے جلانے کی بھی یہی اصلیّت ہوگی کہ پرمیشر کا قہر اُن کے ظاہر و باطن پر بھڑکا ہوا ہے۔ سو اُس نے مُردوں میں بھی قہر کا نمونہ رکھنا چاہا۔ اسی وجہ سے ہر یک ہندو یقین دل سے جانتا ہے کہ مرنے کے بعد میری خیر نہیں ضرور کسی جون میں پڑوں گا۔ کیونکہ پرمیشر تو غفور و رحیم نہیں اور ایک گُنہ کے بدلے لاکھوں جونوں کی سزا تیار اور گُنہ سے تو کوئی فرد بشر خالی نہیں کیونکہ ایک دم غافل رہنا بھی گناہ ہے۔

اب اس تقریر سے یہ بھی ظاہر ہے کہ خدا تعالےٰ کو ماننے کے ساتھ اس کا خالق اور رحیم اور کریم ماننا لازم ملزوم پڑا ہُوا ہے پس اس سے عمدہ تر خدا تعالیٰ کی عام خالقیّت پر اور کیا دلیل ہوگی کہ وہ خدا ہی اُسی حالت میں رہ سکتا ہے کہ جب اس کو تمام عالم کا خالق مانا جائے ورنہ نہیں۔ پھر ایک دوسری دلیل یہ بھی ہے کہ اگر ہم اس کو تمام عالم کا خالق نہ مانیں بلکہ جزوی طور پر صرف خود بخود موجود چیزوں کو جوڑنے جاڑنے والا سمجھ لیں تو اُس کے وجود پر کوئی دلیل قائم نہیں ہو سکتی کیونکہ جب اصل وجود اشیاء کا جو ہزاروں صنعتوں سے بھرا ہوا ہے خود بخود ٹھہرا تو پھر اس پر کیا دلیل ہے کہ ان کے جوڑنے جاڑنے کے لئے پرمیشر کی حاجت ہے۔ یہ سارا بیان رسالہ سُرمہ چشم آریہ میں بہ بسط تمام مُندرج ہے۔

دوسری دلیل رُوحوں کے غیر مخلوق ہونے پر اِس عقلمند نے یہ لکھی ہے کہ جب کہ روحوں پر عدم نہیں تو حدوث بھی لازم نہیں ہوتا لیکن یہ بھی دعویٰ ہے کہ جس پر کوئی دلیل نہیں اس قدر تو سچ ہے کہ آریوں کے نزدیک تمام رُوحیں یہانتک کہ وہ کیڑے جو نجاست میں پڑ جاتے ہیں جیسے جُوں اور پسّو اور کھٹمل اور دیمک وغیرہ سب لازوال رُوحیں

ہیں جو کبھی معدوم نہیں ہو سکتیں۔ لیکن محقق فلاسفروں نے اس کو قبول نہیں کیا۔ اور حکیم ارسطاطالیس نے بڑی تحقیق سے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ قادرِ مطلق نے صرف انسانی رُوح کو ایسا بنایا ہے کہ وہ باقی رہے گی دوسری تمام رُوحیں نابود ہو جاتی ہیں۔ بلکہ حکیموں کے نزدیک بعض روحیں ایسی ہیں جن کا طرفۃ العین میں حدوث و فنا کا وقت گذر جاتا ہے۔ افلاطون نے ایسا خیال کیا تھا کہ سب رُوحیں انسانی رُوح کی مانند قابلِ بقا ہیں۔ مگر ارسطو وغیرہ حکیموں پر جو اُس کے بعد تھے یہ غلطی کھُل گئی۔ جیسا کہ اب تک یہ دستور دیکھا جاتا ہے کہ متقدمین کی غلطیوں کی اصلاح کرنیوالے متاخرین ہی ہوتے ہیں۔ حکماء جدید یورپ جنہوں نے نظام فیثاغورسی کے مطابق ہیئت کی تصحیح کی اور نظام بطلیموسی کی غلطیاں نکالیں اور عجیب عجیب تحقیقاتیں علم طبعی میں کیں انہوں نے بھی افلاطون کو اس خیال میں جھوٹا سمجھا کہ تمام ارواح ازلی و ابدی ہیں۔ بلکہ بیکن وغیرہ حکماء اس بات کے قائل ہیں کہ کوئی رُوح ازلی نہیں اور تمام رُوحوں میں سے صرف انسانی رُوح دائمی بقا کے لئے پیدا کی گئی ہے نہ دوسری حیوانات کی رُوحیں۔ غرض افلاطون کی رائے کو جمہور حکماء نے ردّ کر دیا۔ اور افلاطون نے اور بھی کئی فاش غلطیاں کی تھیں جیسے مثل افلاطون کا مسئلہ جس کی وجہ سے بہت سی تشنیع اور لعنت ملامت اب تک اس کو ہوتی رہی ہے۔ اور حکماء میں سے ایک گروہ جو دہریہ اور خدا تعالیٰ کا منکر ہے جن کا فرقہ آج کل یورپ میں کثرت سے پھیلتا جاتا ہے۔ وہ انسان کی رُوح کو بھی بعد مفارقت بدن معدوم خیال کرتے ہیں اور آریہ اس بات سے بھی واقف ہیں کہ ان کی قوم میں وہ فرقہ جو سب سے بڑھ کر ویدوں پر چلنے کا دعویٰ کرتا ہے اور قریبًا تمام ہندو اُسی فرقہ کے پیرو نظر

آتے ہیں جس کو ویدانتی کہتے ہیں اُس فرقہ کا یہی مذہب ہے کہ ہر یک رُوح پرمیشر سے ہی نکلا اور اس کے وجود کا ٹکڑا ہے اور پھر پرمیشر میں ہی گم اور معدوم ہوجاتا ہے جیسے ایک قطرہ دریا میں گر کر *۔ اب اگرچہ آریوں کو بباعث مخالفت اصول تناسخ اور بربادی بنیاد آواگون اور دوسری قباحتوں کے خیال سے اس ویدانتی مذہب کا تسلیم کرنا مناسب معلوم نہیں ہوتا مگر تاہم وہ خوب جانتے ہیں کہ ویدانتیوں کے نزدیک رُوح کاملین کا اپنے تشخص سے معدوم ہو کر پرمیشر کی جزو بن جاتا ہے۔ جیسے کہ وہ پہلے بھی پرمیشر کی جُز تھا۔ بہر حال رُوح کے معدوم ہونے کے وہ بھی قایل ہوئے کیونکہ جو چیز اپنا تشخص چھوڑ دیتی ہے تو پھر اس کو موجود نہیں کہا جاتا ایسا ہی آریوں میں بعض ناستک مت والے بھی قدیم سے چلے آئے ہیں جن کے اب تک شاستر بھی موجود ہیں وہ بھی بالاتفاق یہی کہتے ہیں کہ موت کے ساتھ ہی رُوح معدوم ہوجاتی ہے اور کچھ نام و نشان باقی نہیں رہتا۔ اب اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ آریوں کا یہ اعتقاد کہ رُوح من حیث الذات اسی طرح واجب البقا ہے جس طرح خدا تعالیٰ اور تمام مخلوق کی رُوح یہانتک کہ وہ بے ثبات کیڑے جو ایک گندے پھل میں پڑ جاتے ہیں سب پرمیشر کی طرح ازلاً و ابداً واجب الوجود ہیں۔ یہ ایک محض دعویٰ ہے

* نوٹ ہندوؤں کی اکثر معتبر کتابوں میں پایا جاتا ہے کہ ہر یک رُوح پرمیشر سے نکلی اور پرمیشر میں ہی نابود ہوجاتی ہے جیسا کہ ایک جگہ لکھا ہے کہ تمام جیو پرمیشر سے ہی نکلے ہیں اور انجام کار اسی میں ہی محو ہوجانے والے ہیں۔ دیکھو بھاگوت گیتا ادھیا ۱۳ سے ۱۵ تک۔ پھر لکھا ہے کہ پرمیشر نے چاہا کہ ایک سے انیک ہوجائے تب اس نے تپسیا کر کے ہر یک چیز کو بنایا اور آپ جیون بن کر اس میں داخل ہوا وہ آپ ہی خالق اور آپ ہی مخلوق ہے وہی سچائی اور وہی جھوٹ ہے۔ تیترا برہمن صفحہ ۸۳۔ منہ۔

جس کو آج تک کسی دلیل سے ثابت نہیں کیا گیا مسلمان ہرگز ایسا نہیں مانتے کہ رُوح مِن حیث الذات واجب البقا ہے اور نہ کسی حکیم نے بجز ایک شخص مردود القول کے کبھی ایسا خیال کیا ہے اگر ہم لوگ ایسا مانتے تو ہمیں بھی آریوں کی طرح تسلیم کرنا پڑتا کہ تمام کیڑوں مکوڑوں کی طرح رُوح ابدی ہیں اور ہمیشہ رہنے والی ہیں لیکن نہ ہمارا اور نہ جمہوری حکماء کا یہ مذہب ہے، ہاں ہم یہ کہتے ہیں کہ بغیر کسی ذاتی وجوب کے خاص ربّانی عطا نے انسانی رُوح کو تعبد ابدی کی مصلحت سے خلعت دائمی بقا کا بخشا ہے مگر یہ بقا حکمی ہے جو خاص انسان کے لئے تجویز کیا گیا۔ اگر وجوب ذاتی کے طور پر ہوتا تو کیڑوں مکوڑوں کی رُوح نے کیا گنہ کیا تھا جو اس وجوب سے مستثنےٰ رکھے گئے۔ آخر وہ بھی تو روح ہی ہیں جیسے انسان کی رُوح۔ اب جبکہ اس تقریر سے ثابت و ظاہر ہو گیا کہ رُوح کا بحیثیت رُوح ہونے کے خدائے تعالیٰ کی طرح عموماً وکلیتاً واجب البقا ہونا یہ صرف آریوں کا دعوےٰ ہے جس سے جمہوری رائے تمام حکماء متقدمین و متاخرین کی مخالفت رکھتی ہے تو اس بے اصل و بے ثبوت دعوے کو بطور دلیل کے سمجھ لینا ایسی ہی عقل کا کام ہے جو لیکھرام کی کھوپری میں ہے۔

بالآخر ہم اس شخص کی کتاب تکذیب براہین احمدیہ کے دیکھنے والوں کو محض خیر خواہی کی راہ سے مطلع کرتے ہیں اور خداوند کریم واحد شاہد ہے کہ ہم سچ اور بالکل سچ کہتے ہیں کہ یہ شخص علم دین وغیرہ علوم سے بالکل جاہل اور نہایت غبی طبع اور نادان محض ہے۔ ہاں گالیاں دینے اور بہتان لگانے اور گند بولنے میں چوہڑوں اور ساہنسیوں سے بھی بڑھکر ہے پادریوں اور اندرمن

ملک

اور کنھیا لال الکھ دہاری کے بے اصل اعتراضات جو اسلام پر اور قرآن شریف پر انہوں نے کئے ہیں اور اپنی نادانی اور نابینائی کی وجہ سے اُن باتوں کو محل اعتراض ٹھیرا لیا ہے جو عین حکمت اور اسرار حکمت و معرفت سے بھرے ہوئے ہیں۔ وہی اعتراضات جو صدہا مرتبہ ردّ ہو چکے ہیں اُردو رسالوں و اخباروں وغیرہ سے اُس نے لے لئے ہیں۔ اگر کوئی صاحب حیا ہو تو ایک ہی جواب پاکر اور اپنی صریح غلطی اور نادانی دیکھ کر مارے شرم کے مرجائے مگر اس طبیعت کے لوگ

مرا بھی نہیں کرتے شرم اور حیا سے فراغت جو ہوئی ہم عنقریب
آریوں کو دکھلائیں گے کہ ایسے شخص کا پیش رو
بن بیٹھنا ان کے لئے کلنک کا
ٹیکا ہے یا نہیں۔

گر نیا بد بگوش رغبت کس ۔ بر رسولاں بلاغ باشد و بس

تمت رسالۂ شحنۂ حق بعون قادر مطلق
از تصنیفات جناب فخر کلام ربانی محافظ الہام یزدانی
جناب مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان دام فیوضہ

حاشیہ متعلق صفحہ ۴۲ شحنہ حق

دیانندی فریبوں کا ایک بڑا نمونہ یہ ہے کہ اس نے ہندوؤں کو مسلمانوں پر بدظن کرنے کیلئے اپنی ستیارتھ پرکاش میں سراسر جعلسازی سے جو اس کی رگ رگ میں بھری ہوئی تھی لکھ مارا کہ ہندو کا نام جو آریوں پر اطلاق کیا جاتا ہے دراصل یہ فارسی لفظ ہے جس کے معنے چور ہیں مسلمانوں نے تحقیر کے طور سے آریوں کا نام چور رکھا ہے سو ہندو کہلانے سے پرہیز کرنا چاہیئے اس فتنہ تقریر سے دیانند کا اصل مطلب یہ تھا کہ ایک طرف تو ہندو لوگ مسلمانوں سے ناراض ہو جائیں گے ۔ دوسری طرف آریہ سماج کی بھی ترقی ہوگی کیونکہ آریہ کہلانے سے عوام کو یہ دھوکا لگ جائیگا کہ دیانند کا مذہب جلد جلد پھیلتا جاتا ہے جب ستیارتھ پرکاش میں یہ مضمون شائع ہوا تو شاید ۱۸۸۰ء یا ۱۸۷۹ء تھا کہ ہم نے پرچہ اخبار وکیل ہند امرتسر میں ایک ایسا کامل رد اس کا چھپوایا جسکے ساتھ ایک ضمیمہ اشتہار بھی شامل تھا اور ہم نے ثابت کر دیا تھا کہ اسلام کے وجود سے ایک مدت پہلے ہی لفظ ہندو کا قدیم سے اس قوم پر اطلاق کیا جاتا ہے ہمیں یاد ہے کہ اس مضمون میں سبعہ معلقہ کا ایک شعر بھی ہم نے لکھا تھا جو اسلام کے شائع ہونے سے ایک مدت پہلے کا ہے اور وہ یہ ہے، وظلم ذوی القربیٰ اشد مضاضۃ علی المرء من وقع الحسام المہند اسکے معنے یہ ہیں کہ خویشوں کا ظلم ہندی تلوار سے بڑھ کر ہے پھر اسکے بعد ایک پنڈت نے بھی اس دیانندی دعویٰ کا کھنڈن لکھا اور ہندو کے لفظ کا اشتقاق بیاکرن کے رو سے سنسکرت کے مادہ سے ہی ثابت کیا۔ شاید اس ہندو کا نام مہیش چندر تھا پھر سب کے بعد پادری ٹامس ہاول نے وہ مضمون لکھا جس کو اب ہم ہدیہ ناظرین کرکے آریہ صاحبوں سے استفسار کرتے ہیں کہ پادری صاحب کے اس مضمون کو پڑھکر ہمیں اطلاع دیں کہ اب بھی پنڈت دیانند کا فریب ثابت ہے یا نہیں کیونکہ اس صاف ثبوت کے ملنے کے بعد دیانند ان دو الزاموں میں سے ایک الزام کے نیچے ضرور آئیگا یا تو اسے فریبی کہنا پڑیگا جس نے تفرقہ ڈالنے کیلئے ناحق یہ جعلسازی کی اور یا اس کا نام جاہل مطلق رکھنا پڑیگا جو ایسے صاف اور بدیہی اور مشہور امر سے ناواقف رہا سو اب ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ آریہ صاحبان ان دونوں ناموں میں سے کس نام کو اپنے دیانند کے لئے پسند کرتے ہیں۔ **آیا اس کو فریبی کہا جائے یا جاہل** ۔ اب وہ مضمون جس کو ہم نے پرچہ مطبوعہ ترنجن پرکاش امرتسر سے نقل کیا ہے۔ بجنسہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

ہندو و آریہ نام کا بیان

ماہرانِ علم و محققانِ حقیقت نے ہندو نام کی بابت یہ لکھا ہے کہ یہ لفظ اس دریا کے نام سے
بنا ہے جو سندھو کہلاتا ہے کیونکہ اکثر الفاظ جو زبان سنسکرت سے زبان فارسی میں آ گئے ہیں وہ اس طرح
تبدیل شدہ پائے جاتے ہیں یعنی جن الفاظ سنسکرت کے شروع میں (سین) ہوتا ہے تو زبان فارسی میں اُن الفاظ
کے ماقبل کا (سین) (ہائے ہوز) سے تبدیل شدہ پایا جاتا ہے مثلاً جو لفظ سنسکرت میں (سپتہ) ہے وُہ
بزبان فارسی (ہفتہ) ہو گیا ہے اور ویسا ہی دَشم کا دہم اور سمسر کا فارسی میں ہزار اور اسی طرح سندھو کا

حاشیہ{} دیانندجی جنہوں نے ۱۸۷۵ء سے آریہ سماج قائم کی ہے وُہ اور اُن کے پیرو اکثر بیان کرتے ہیں
کہ ہندو فارسی میں چور کو کہتے ہیں اور یہ نام ہماری قوم کا ہمارے دشمنوں یعنی محمدیوں نے رکھا ہوا ہے۔ یہ بیان
ان کا محض غلط ہی نہیں بلکہ دو مطلبوں کیلئے ایک دھوکا ہے۔ اوّل یہ کہ ہندوؤں کو اس نام سے نفرت ہو جاوے اور
خواہ مخواہ اپنے تئیں آریا لکھا کریں اور اس حکمت عملی سے تعداد دیانندجی کے فرقہ کی روز بروز بڑھتی چلی جاوے۔ دوئم
ہندوؤں اور محمدیوں میں جو اتفاق اور میل جول ہو رہا ہے بجائے اسکے نفاق پیدا ہو جاوے۔ پس فارسی دان اشخاص
یہ جانتے ہیں کہ ہندو فارسی میں بھی ایک لفظ ہے جس کے اصطلاحی معنے چور کے کئے گئے ہیں مگر یہ لفظ ہندو کا جو قوم
ہنود پر بولا جاتا ہے وہ لفظ نہیں جو فارسی میں مستعمل ہوا ہے۔ نیز یہ بھی جاننا چاہیئے کہ ہندو لفظ جو فارسی میں
آیا ہے اسکے اصطلاحی معنے صرف چوری کے نہیں بلکہ بعض اوقات وہ معشوق کے معنے بھی دیتا ہے جیسا کہ شیرازی کا
کہتا ہے بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را۔ اگر یہ کہا جاوے کہ فارسی میں ہندو کے معنے بُرے اچھے دونوں طرح کے
استعمال ہوئے ہیں اسلئے ہندو نام کو چھوڑنا چاہیئے تو اس سبب سے نہ ہندو نام بلکہ اور بھی بہت نام ترک کرنے پڑیں گے۔ مثلاً
رام کا لفظ بھی فارسی میں اچھے معنے نہیں رکھتا کیونکہ فارسی میں رام۔ غلام و فرمانبردار کو کہتے ہیں اگر ہندو نام قابل
تبدیل ہے تو رام نام بھی تبدیل ہونا چاہیئے اور پھر اسی طرح آریا عربی میں کینہ ور قوم کو کہتے ہیں وہ بھی تبدیل کیا جاوے
اور پھر بید سنسکرت میں حکیم کو کہتے ہیں مگر فارسی میں ایک درخت بے ثمر کو کہتے ہیں اور پھر اماد سنسکرت میں اسکو کہتے
ہیں جس کا شروع نہ ہو لیکن بہ تبدیل اعراب فارسی میں عناد دشمنی کو کہتے ہیں اور دیانندجی اپنی تحریرات میں ویدوں کو
امادی پکارتے رہے ہیں تو کیوں یہاں بلحاظ معنے فارسی کا نہیں کیا گیا جو ہندو نام بلحاظ فارسی کے معنوں کا کیا جاتا ہے
پس اگر ہندو نام قابل تبدیل ہے تو امادی جو ویدوں پر عائد کیا گیا ہے قابل تبدیل سمجھنا چاہیئے۔ پھر ہم پوچھتے ہیں کہ کیا یہ
امر واجبی ہے کہ جن ناموں کے معنے غیر زبانوں میں بُرے ہوں انکو تبدیل کرنا مناسب ہے پس جس میں کچھ بھی عقل ہو

ہندو ہوگیا ہوا معلوم ہوتا ہے جس سے مراد ہے دریا سندھ کے کنارے کے باشندے۔
دوئم ممکن ہے کہ یہ ہندو نام سنسکرت کے دو لفظوں سے بنا ہو یعنے ہین اور دوش سے جنکے معنے بے نقص کے ہیں اور ممکن ہے کہ کثرت استعمال کے سبب ان میں سے چند الفاظ چھوٹ بھی گئے ہوں جیسا کہ ہندو استھان کی بجائے اب ہندوستان بولا جاتا ہے اور کثرت استعمال کے سبب استھان میں سے الف اور ہائے ہوز چھوٹ گیا ہے اور عقل بھی قبول کرتی ہے کہ ہندوؤں کے بزرگوں نے جو ہوشمند تھے ایسے

اور اُسکی عقل کو کسی غرض نے اندھا نہ کر رکھا ہو کبھی نہ کہیگا کہ وہ تبدیل کئے جاویں کیونکہ ہمیں غیروں کی زبان سے کیا غرض ہے ہر ایک کو اپنی ہی زبان میں دیکھنا چاہیئے کہ ہماری زبان میں اس لفظ یا نام کے کیا معنے ہیں ویسا ہی ہندو عقلمند اور لائق لوگوں کو اپنے ناموں کے معنے اپنی زبان سنسکرت میں دیکھنے چاہئیں نہ کہ زبان فارسی و عربی میں لیکن ہمکو تو اسکے برعکس یہ معلوم ہوتا ہے کہ دیانندجی و اُنکے پیرو سنسکرت زبان کے الفاظوں کو فارسی زبان کے الفاظوں کا مطلب سمجھکر سنسکرت الفاظ ترک کرتے رہے ہیں مثلاً جب دیانندجی نے سُنا کہ زبان فارسی میں اسیرباد کے معنے قید ہونے کے ہیں تو اس لحاظ سے اُنہوں نے سنسکرت لفظ اشیرباد کو تیاگ دیا اور بجائے اُسکے نمستے قرار دیا حالانکہ جو لفظ اشیرباد ہے وہ سنسکرت میں اچھے معنے رکھتا اور بہت پُرانا لفظ ہے اور منوسمرتی اور دیگر معتبر کتب ہنود میں بہت جگہ پایا جاتا ہے نہیں بلکہ اس کے استعمال کیلئے نہایت درجہ کی تاکید بھی کیگئی ہے دیکھو منوسمرتی ادھیائے ۲ شلوک ۱۲۶ ترجمہ جو شخص اشیرباد دینے کے کلام کو نہیں جانتا اسکو پرنام کرنا چاہیئے وہ شودر کی مانند ہے اور یہ بہر کیف ہر ایک پڑھا لکھا جانتا ہے کہ مختلف زبانوں کے بعض بعض الفاظ و نام آپس میں کسی قدر مشابہ بھی ہُوا کرتے ہیں لیکن اُنکے معنوں میں بہت بڑا اختلاف پایا جاتا ہے اور کسی حال میں ممکن نہیں کہ ہر ایک نام یا الفاظ کے معنے تمام زبانوں میں اچھے یا بُرے آپسمیں موافق ہوں اگر ہمکو اس سبب سے الفاظ و اسماء ترک و تبدیل کرنے پڑیں تو تمام جہان کے الفاظ ترک و تبدیل کرنے پڑینگے جو محض ناممکن ہی نہیں بلکہ سخت بیوقوفی ہے علاوہ دیانندجی کے پیروؤں کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے کہ ہندو نام اس قوم کا محمدیوں کے فلاں بادشاہ نے فلاں زمانے میں رکھا تھا اور باوجود علم اور ہوش رکھنے کے اس قوم کے بزرگوں نے بخوشی یا جبراً اپنے پر عاید کر لیا تھا اور یہ سب پر روشن ہے کہ ہندو راجوں اور عالموں نے سوائے دیانندجی اور اُنکے پیچھے والوں کے کبھی کوئی اعتراض اس نام پر نہیں کیا اور ہندوؤں کے پستکوں میں اس نام کا رواج پایا جاتا ہے مثلاً گورو نانک صاحب کے آدگرنتھ میں بار بار اس قوم کا نام ہندو لکھا ہوا موجود ہے اور نیز گوبند سنگھ صاحب جو زبان فارسی میں بھی اچھی مہارت رکھتے تھے اُنکو کبھی یہ نہ معلوم ہُوا کہ جس قوم میں سے ہم لوگ ہیں اس کا نام محمدیوں کی جانب سے بہت بُرا رکھا گیا ہے اسلئے وہ نام تبدیل کیا جاوے اور غور کا مقام ہے کہ اکبر بادشاہ جو بے تعصب مشہور ہے اور جسکے عہد میں بہت ہندو امرا امیر وزیر اور زبان فارسی

نام یعنے ہیں دوش کو جسکے معنے بیدوش کے ہیں اپنی قوم پر عائد کرلیا ہو اور پھر زبان سنسکرت میں نام آریہ اور زبان فارسی میں ایرانی دونوں ایک ہی مصدر یا دھاتو آر سے نکلتے ہیں اور آریہ اور ایرانی کے اصلی معنے ہل چلاکر کھیتی کرنیوالے کے ہیں اور حقیقتاً یہ نام آریہ اس قوم کے لوگوں کا اُس وقت تھا جب یہ صرف کھیتی کرکے ہل واہی کرنیسے روٹی کماتے تھے جیسے کہ آجتک اس پنجاب میں بھی کھیتی کرنیوالے ارائیں کہلاتے ہیں اور اکثر اس پیشہ کے لوگ جانوروں خصوصاً بیلوں پر ظلم بھی کیا کرتے ہیں اور بے زبان جانوروں کو لمبی چھڑی سے جسکے سرے پر ایک لوہے کی نوکدار کیل لگی ہوئی ہوتی ہے چبھو چبھو کر ہانکا کرتے ہیں اور اس سبب سے وہ نوکدار کیل انکے نام سے نامزد ہو کر آر کہلاتی ہے پس جب اس قوم نے رفتہ رفتہ علم و ہنر و سوداگری میں ترقی کی تو آریہ نام کو جو صرف کھیتی کرنیوالے کیلئے مخصوص تھا چھوڑ دیا اور بہ نسبت اس آریہ نام کے (اغلباً) ہیں دوش کو جو رفتہ رفتہ ہندو ہوگیا ہے اپنی قوم پر عائد کرلیا اور یہ ہندو نام بہ نسبت آریہ نام کے اس قوم میں زیادہ رونق پاگیا۔

بقیہ حاشیہ {ہیں پوری لیاقت اور آزادانہ طور پر گذران کرچکے ہیں اس وقت انہوں نے بھی اس نام پر کچھ اعتراض نہیں کیا پس جس حال میں ہندوؤں کے بزرگ اس نام پر داج دیتے اور اپنے پر قبول کرتے رہے ہیں اور کوئی اعتراض اپر نہیں کیا تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس نام کو اچھا جانتے تھے نہ کہ برا۔ اور دیانندجی یا انکے پیروؤں کا یہ فرمانا کہ ہندو نام ہماری قوم کا محمدیوں نے رکھا ہے بالکل غلط اور محض دھوکا ہے کیونکہ یہ نام ان کتابوں میں پایا جاتا ہے جو محمد صاحب کی پیدائش سے بہت پہلے لکھی گئی تھیں مثلاً آستر کی کتاب جو یہودیوں کی مقدس کتابوں میں درج ہے اور محمد صاحب کی پیدائش سے ایکہزار برس پیشتر لکھی گئی تھی اس کے پہلے باب کی پہلی آیت میں ہے یہ وہ اخسویرس یعنی شیرشاہ ہے جو ہندوستان سے کوش تک سلطنت کرتا تھا۔ پھر فلاویس یوسفیس جو ایک بڑا یہودی مؤرخ گذرا ہے اور ۳۷ء میں پیدا ہوا تھا اور محمد صاحب کی پیدائش سے قریباً چھ سو برس پیشتر ہوگذرا ہے وہ اپنی تواریخ کی کتاب کے آٹھویں حصہ کے باب ۵ میں یوں لکھتا ہے کہ حیرام شاہ صور نے چند آدمی جو سمندر کے حال سے خوب واقف تھے سلیمان کے پاس بھیجے تاکہ وہ یہاں جہازرانی کریں اور بادشاہ نے انکو سرزمین اوفیر میں بھیجا کہ جس کا نام اب بدلا جس پر سونس ہے اور یہ زمین ہندوستان سے متعلق اور یہاں کا سونا نہایت عمدہ ہوتا ہے۔ پس ظاہر ہے کہ محمد صاحب کی پیدائش سے بہت پہلے ملک ہندوستان کے نام سے نامزد اور مشہور و معروف تھا اور اغلباً اس کے باشندے ہندو کہلاتے تھے۔

الراقم ٹامس ہاول۔ از پنڈ دادنخان

حاشیہ متعلق صفحہ ۴۴

ہم نے جو ایک چٹھی ایک لایق اور طالب حق انگریز کی اس کتاب کے صفحہ ۴۴ میں درج کی ہے اسی انگریز کی ایک دوسری چٹھی آج یکم اپریل ۱۸۸۷ء کو امریکہ سے پہنچی ہے جس میں اسقدر شوق اور اخلاص اور طلب حق کی بو آتی ہے کہ ہم نے اپنے مخالف ہم وطنوں کے ملاحظہ کے لئے کہ جو باوجود نزدیک ہونے کے بہت ہی دور ہیں اس چٹھی کا بجنسہٖ ترجمہ درج کر دینا قرین مصلحت سمجھا اور ساتھ ہی وہ مختصر جواب جو ہم نے لکھا ہے ناظرین کی اطلاع کیلئے تحریر کیا گیا ہے۔ اور وہ چٹھی معہ ترجمہ یہ ہے۔

3021 EASTON AVENUE,

ST. Louis Missouri, U. S. A.

February 24th, 1387

MIRZA GHULM AHMAD

Esteemed Sir,

I cannot adequately express to you may gratitude for the letter received from you under date of December 17. I had almost given up all hope of receiving a reply but the contents of the letter and circulars fully repaid me for the delay. I hardly know what to say in reply except that I am still very anxious to gain more of the truth than I have thus far found. After reading your circulars an idea occured to me which I will present to you for your consideration knowing or rather feeling confident that you who are so much more spiritual than I, so much nearer to God, will answer me in a way that will be for the best. Were it possible for me to visit India I would

۳۰۲۱۔ ایسٹن ایوینیو

سینٹ لوئی مسوری یو۔ ایس۔ اے

۲۴ فروری ۱۸۸۷ء

مرزا غلام احمد صاحب

مخدومنا

آپ کی چٹھی مورخہ ۱۷۔ دسمبر میرے پاس پہنچی۔ میں اس قدر شکرگذار اور ممنون منت ہوا کہ بیان نہیں کر سکتا۔ جواب پہنچنے کی میں تمام امیدیں قطع کر چکا تھا لیکن اس آپ کی چٹھی اور اشتہار نے توقف کا پورا پورا عوض دیدیا۔ بسبب ہیچمدانی اور کم واقفیت کے میں صرف اسی قدر جواب میں لکھ سکتا ہوں کہ ہمیشہ سے میرا یہی شوق اور یہی آرزو ہے کہ سچی حقیقتوں سے مجھے اور بھی زیادہ خبر ہو۔ آپ کا اشتہار پڑھنے کے بعد میرے دل میں ایک خیال پیدا ہوا جس کو میں بغرض غور و تفکر حضور میں پیش کرونگا نہ صرف معمولی طور سے بلکہ ایمانی جوش کی تحریک سے یقین کرتا ہوں کہ آپ جو روحانی ترقی میں میرے سے بڑھکر اور خدا کے قریب تر ہیں مجھکو ایسی طرز سے جواب دینگے جو کہ افضل و انسب ہوگا اگر میرے لئے ہندوستان

میں پہنچنا ممکن ہوتا تو میں نہایت خوشی سے پہنچتا لیکن میری ایسی حالت ہے کہ پہنچنا محال معلوم ہوتا ہے میری شادی ہو چکی ہے اور تین بچے ہیں قریب دو سال کے ہوتے میں نے گوشہ نشینی اختیار کر رکھی ہے اور ایسا ہی بقیۃ العمر کرتا رہونگا میری آمدنی اسقدر نہیں ہے کہ میں اپنے کام سے بالکلیہ علیحدہ ہو سکوں کیونکہ اس آمدنی سے میں بانتظام تمام اپنے عیال و اطفال کی پرورش کر سکتا ہوں سوا اس کے اگر میں ہندوستان میں پہنچنے کیلئے کافی زاد راہ بہم پہنچا بھی سکوں تاہم یہ غیر ممکن معلوم ہوتا ہے کہ اپنے عیال کیلئے دوری کی حالت میں کافی ذخیرہ مہیا کر سکوں۔ اسلئے ہندوستان میں پہنچنا دور از قیاس دیکھ کر میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میں اسی جگہ (آپکی اعانت سے) سچائی پھیلانے میں کچھ خدمت کر سکتا ہوں اگر جیسے کہ آپ فرماتے ہیں دین اسلام ہی سچا دین ہے تو پھر کیا وجہ کہ میں امریکہ میں تبلیغ و اشاعت کا کام نہ کر سکوں بشرطیکہ مجھ کو کوئی رہبر ملجائے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ مجھ کو اس طرح کی اشاعت کیلئے معقول موقعات حاصل ہیں۔ مجھ کو یقین ہوا ہے کہ نہ صرف محمدؐ صاحب نے بلکہ عیسٰی و گوتم بدھ و زردشت اور بہت اور لوگوں نے سچ کی تعلیم دی اور بتلایا کہ ہمکو نہ انسان کی بلکہ خدا کی عبادت اور پرستش کرنی لازم ہے اور اگر مجھ کو یہ سمجھ آ جائے کہ جو محمدؐ صاحب نے تعلیم دی ہے وہ اوروں کی تعلیم سے افضل ہے تب میں اس قابل ہو جاؤنگا کہ دین محمدی کی دیگر مذاہب سے بڑھکر حمایت و اشاعت کروں لیکن انکی تعلیمات کا جو مجھ کو قدر علم ہوا ہے اسقدر علم سے میں حمایت و اشاعت کرنیکے قابل نہیں ہوں باشندگان امریکہ کی توجہ عام طور پر مشرقی مذاہب کیطرف کھنچی ہوئی ہے اور تحقیقات مذہب بدھ میں دیگر تمام مذاہب کی نسبت زیادہ مشغول ہیں میرے قیاس کے مطابق آجکل عام لوگوں کے خیالات ہمیشہ کی نسبت قبولیت دین اسلام و مذہب بدھ

do so only too gladly. But I am so situated that it seems almost an impossibility I am married and have three children. For nearly two years I have been living a life of celibacy and shall continue to do so as long as I live. My income is not sufficient to justify me in giving up my business as it requires all that I can make to support my family; therefore, even if I had sufficient means to enable me to make the journey to India I would not be able to furnish support for my family during my absence. Therefore a visit to India being out of the question it occured to me that I might through your aid assist in spreading the truth here. If, as you say the Muhammadan is the only true religion why could I not act as its Apostle or promulgator in America. My opportunities for doing so seem to me very good if I had some one to lead me aright at first. I have been led to believe that not only Muhammad but also Jesus, Gautama Budha, Zoroaster and many others taught the truth, that we should, however, worship God and not men. If I could know what Muhammad really taught that was superior to the teachings of others, I could then be in a position to defend and promulgate the Muhammadan religion above all others. But the little I do know of his teachings is not sufficient for me to do effective work with. The attention of the American people is being quite generally attracted to the oriental religious but Buddhism seems to be effective work with. The attention of the American people is being quite

کے لئے زیادہ تر مائل و قائل ہو رہے ہیں اور یہ ممکن معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے طفیل سے یہ مذہب میرے ملک میں اشاعت پاجائے میں کامل یقین رکھتا ہوں کہ آپ شوق و ذوق کے ساتھ مصروف ہیں۔ میں کسی دلیل سے شبہ نہیں کر سکتا کہ آپ کو خدا نے بغرض اشاعت نور حقانیت شرف بالہام کیا ہے پس یہ میری سرور حقیقی کا باعث ہوگا کہ میں آپ کی تعلیم کی زیادہ قدر و منزلت کروں اور آپ سے اور تعلیم بھی حاصل کروں خداوند تعالیٰ جو تمام دلوں کے بھیدوں سے واقف ہے جانتا ہے کہ میں سچ کی تلاش کر رہا ہوں اور جب بھی ملجائے قبول کرنے کیلئے آمادہ و مشتاق ہوں اگر آپ حقانیت کی مبارک روشنی کیطرف میری رہنمائی کریں تو آپ دیکھینگے کہ میں سرگرم جوش مقتدی نہیں ہوں بلکہ ایک سرگرم جوش طالب ہوں میں تین سال سے اسی تلاش میں ہوں اور بہت کچھ علوم بھی کر چکا ہوں کہ خدا نے مجھ پر بافراط اپنی برکتیں نازل کیں اور میری یہ تمنا ہے کہ اسکے کام کو بشوق و صدق تمام تر سرانجام دوں ہاں یہ کشمکش پیدا ہو رہی ہے کہ کس طرح سے اس کام کو کروں کیا کروں اور کس طرح کروں کہ یہ کام اکمل طور سے پورا کر سکوں اسکی جناب میں یہ دعا ہے کہ مجھ کو راہ کی صاف صاف رہنمائی ہو اور گمراہی سے محفوظ رہوں اگر آپ میری مدد کریں تو میں امید کرتا ہوں کہ آپ ایسا کرینگے میں آپ کی چٹھی کو حفاظت سے رکھونگا اور اس کی نہایت تکریم کرونگا میں آپکے اشتہار کو امریکن نامور اخبار میں چھپوا دونگا اور ایک نسخہ اس اخبار کا آپکے پاس بھی بھیجونگا جس سے اسکی شہرت بہت وسعت پاجائیگی اور وہ ایسے لوگوں کی نظروں میں گذریگا جو اس طرح کے معاملات میں شوق اور توجہ ظاہر کرینگے آئندہ کو کوئی اور حقیقت جو آپ عام طور سے مشتہر کرنا چاہیں گے اور میرے پاس اسی غرض سے بھیجیں گے تو یہ میری

generally attracted to the oriental religious but Buddhism seems to be the foremost in their investigations. The public mind, I think is now more than ever fitted to receive Muhammadanism as well as Buddhism and it may be that through you it is to be introduced in my country. I am convinced that you are very much in earnest I have no reason to doubt that you are inspired by God to spread the light of truth therefore I would be happy to know more of your teachings and to hear further from you. God, who can read all hearts, knows that I am seeking for the truth that I am ready and eager to embrace it wherever I can find it. If you can lead me into its blessed light you will find me not only a willing pupil but an anxious one. I have been seeking now for three years and have found a great deal. God has blessed me abundantly and I want to do His work earnestly and faithfully. How to do it is what has moved me—how to do it so that the most good may be accomplished. I pray to Him that the way may be pointed out clearly to me so that I may not go astray. If you can help me I hope that you will do so. I shall keep your letter and prize it highly. I will get the circulars printed in one of the leading American newspapers so that they will have a widespread circulation and I will send you a copy of the paper. They may reach the eyes of many who will become interested. I shall be happy to receive from you at

کمال خوشی اور سرور کا باعث ہوگا اور اگر آپ میری خدمتوں کو امریکہ میں امور حقانی کی اشاعت کے قابل سمجھیں تو آپ کو ہر وقت مجھ سے ایسی خدمت کرانیکا پورا پورا اختیار ہے بشرطیکہ مجھ تک آپکے خیالات پہنچتے رہیں اور میں انکی حقانیت کا قائل ہوتا رہوں مجھکو یہ تو بخوبی یقین ہو چکا ہے کہ محمدؐ صاحب نے سچ پھیلایا اور راہ نجات کی ہدایت کی اور جو شخص کہ اُسکی تعلیمات کے پیرو ہیں ان کو ہمیشہ کے لئے خوش اور مبارک زندگی حاصل ہوگی۔

مگر کیا عیسےٰ مسیح نے بھی سچا اور سیدھا راہ نہیں بتلایا؟ اور اگر میں ہدایت عیسےٰ کی متابعت کروں تو پھر کیا نجات کی ایسی یقینی طور سے امید نہیں کیجا سکتی جیسے کہ دین اسلام کی متابعت سے؟ میں سچ معلوم کرنے کی غرض سے سوال کرتا ہوں نہ مباحثہ وجدال کی غرض سے۔ میں حق کی تلاش کر رہا ہوں میں کسی خاص دعویٰ کے اثبات کیلئے جدل نہیں کرنا چاہتا میں خیال کرتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ آپ محمدؐ صاحب کے فی الحقیقت ہدایات کے پیرو ہیں نہ ان عقاید کے جو عامہ خلائق دین محمدی سے مراد لیتے ہیں اور تمام مذاہب میں جو سچ سچ حقیقتیں موجود ہیں انکو مانتے ہیں نہ اُن عقاید کو جو عام لوگ بعد میں اپنی طرف سے زیادہ کرتے رہے مجھے یہ بھی سخت افسوس ہے کہ میں آپکی زبان سمجھ نہیں سکتا ہوں اور نہ آپ میری زبان سمجھ سکتے ہیں ورنہ میں یقیناً کہتا ہوں کہ جو سبق میں آپ سے چاہتا تھا وہ ضرور آپ مجھے سکھاتے تاہم امید قوی رکھتا ہوں کہ اگر میں خدا کی محبت کے لائق ہونے کی طلب میں رہونگا تو بیشک وہ کوئی نہ کوئی ایسا طریق نکال دیگا۔ مبارک ہو اس کا پاک نام۔ اب امیدوار ہوں کہ پھر آپ سے کچھ اور حال سُنوں۔ اور

any time matter which you may have for general circulation and if you should see fit to use my services to further the aims of truth in the country they will be freely at your disposal provided, of course, that I am capable of receiving your ideas and that they convince me of their truth. I am already well satisfied that Muhammad taught the truth that he pointed out the way to salvation and that those who follow His teachings will attain to a condition of eternal bliss. But did not Jesus Christ also teach the way ? Now suppose I should follow the way pointed out by Jesus, would not my salvation be as perfectly assured as if I followed Islam? I ask with a desire to know that truth and not to dispute or argue. I am seeking the truth not to defend my theory, I think I understand you to be a follower of the esateric teachings of Muhammad and not what is know to the measses of the people as Muhammadanism; that you recognize the truths that underlie all religions and not their esateric features which have been added by men. I too regret very much that I cannot understand your language nor you mine; for I feel quite sure that you could tell many things which I much desire to know. However I am impressed to believe that God will provide a way if I try to deserve His love. Blessed be His holy name and I hope that I may hear from you and that we again may some

اگرچہ جسمانی ملاقات حاصل نہ ہو سکے
تاہم روحانی ملاقات نصیب ہو آپ
پر اور آپ کے کلمات سننے والوں پر خدا
کا فضل ہو۔ دعا کرتا ہوں کہ تمام آپ
کی امیدیں اور تدبیریں پوری ہوں۔
زیادہ آداب و نیاز۔

آپ کا نیاز مند

الگزنڈر آر۔ ویب

سینٹ لوئی مسوری

۳۰۲۱۔ ایسٹن ایونیو۔ امریکہ

یہ اس خط کی نقل ہے جو بجواب چٹھی مندرجہ بالا بھیجا گیا۔

صاحب من

آپ کی چٹھی جو دل کو خوش اور مطمئن کر دینے والی تھی مجھ کو ملی جسکے پڑھنے سے نہ صرف زیادت محبت بلکہ میری وہ مراد بھی جس کیلئے میں اپنی زندگی کو وقف سمجھتا ہوں یعنی یہ کہ دین حق کی تبلیغ انہیں مشرقی ملکوں میں محدود نہ رکھوں بلکہ جہانتک میری طاقت ہو امریکہ اور یورپ کے ملکوں میں بھی جنہوں نے اسلامی اصول کے سمجھنے کیلئے ابتک پوری توجہ نہیں کی اس پاک اور بے عیب ہدایت کو پھیلاؤں کسی قدر حاصل ہوتی نظر آتی ہے سو میں شکر گذاری سے آپ کی درخواست کو قبول کرتا ہوں اور مجھے اپنے خداوند قادر مطلق پر جو میرے ساتھ ہے قوی امید ہے کہ وہ آپکی پوری پوری تسلی کرنیکے لئے مجھے مدد دیگا میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ پانچ ماہ کے عرصہ تک ایک ایسا رسالہ

day meet in spirit even if we cannot meet in the body. May the peace of God be with you and with those who listen to your words. I Pray that all your hopes and plans may be realised. With reverence and esteem,

I am,

Yours Respectfully,

ALEX. R WEBB.

ST. LOUIS MISSOURI,

3021 Easton Avenue.

Reply of the above said letter.

DEAR SIR

I received your letter, dated 24th of February 1887 which proved itself to be great delight to my heart and a satisfaction to my anxieties. The contents of the letter not only increased my love towards you but led me to the hope of a partial realization of the object which I have in view— for which I have dedicated the whole of my life viz, not to confine the spread of the lifht of truth to the oriential world but, as far as it lies in my power to further it in Europe, America & Co. where the attention of the people has not been sufficiently attracted towards a proper understanding of the teachings of Islam. Therefore I consider it an honour to comply with your request; and have a strong confidence in the Almighty Creater, Who is with me, that H will assist me in giving you a perfect and permanent satisfaction. I give you word that in

جو قرآنی تعلیموں اور اصولوں کا آئینہ ہو تالیف کرکے اور پھر
عمدہ ترجمہ انگریزی کرا کر اور نیز چھپوا کر آپ کی خدمت میں
بھیجوں مجھ اس پر قوی امید ہے کہ آپ جیسے منصف اور نیک
اور پاک خیال کو اتفاق رائے کیلئے مجبور کریگا اور انشراح صدر اور قوت یقین اور ترقی معرفت کا موجب مگر شاید کم فرصتی
یہ موجب پیش آجائے کہ میں ایک ہی دفعہ ایسا رسالہ
ارسال خدمت نہ کرسکوں تو پھر اس صورت میں دو یا تین دفعہ
کرکے بھیجا جائیگا اور پھر اسی رسالہ پر موقوف نہیں بلکہ پکی
رغبت پانے سے جیسا کہ میں امید رکھتا ہوں اس خدمت کو
تاحیات اپنے ذمہ لے سکتا ہوں آپ کے محبانہ کلمات مجھے یہ
بشارت دیتے ہیں کہ میں جلد تر خوشخبری سنوں کہ آپ کی
سعادت فطرتی نے حقانی ہدایت لینے کے لئے نہ صرف آپکو بلکہ
امریکہ کے بہت سے نیک دل لوگوں کو دعوت حق کی طرف کھینچ
لیا ہے۔ اب میں زیادہ تصدیع دینا نہیں چاہتا اور اپنے
اخلاص نامہ کو اس دعا پر ختم کرتا ہوں کہ الٰہ العالمین
جانبین کو آفات ارضی و سماوی سے محفوظ رکھکر ان
ہماری مرادوں کو انجام تک پہنچاوے کہ سب طاقت اور
قوت اسی کو ہے آمین۔

آپ کا دلی محب اور خیرخواہ

غلام احمد از قادیان

ضلع گورداسپور

۴- اپریل ۱۸۸۷ء } ملک پنجاب

---

the course of about five months I will compile a work containing a short sketch of the teachings of the Al-Quran, have it translated into English and printed and then send a copy of it to you. I strongly hope that it will bring full and final conviction to a justful, considerate and uncontaminated mind like yours, enoble your soul, endow you with a firm belief in God and improve your knowledge of Him. But perhaps it may be, that the various demands on my time may not allow me to spare a sufficient time for sending the whole work at once, in such a case I will send it to you in two or three batches. I will not end the communication of instruction to you by this treatise but will continue satisfying your thrist after the investigation of truth for the rest of my life. Your friendly words permit me to entertain the happy idea hat I will in a short time have the intelligence that the instinctive moral greatness has directed not only to you but to many other virtuous men of America to the right way of salvation pointed out by Islam. Here I end my letter of earnestness and sincerity. May you and I be kept secure from all earthly and heavenly misfortunes and have all our hopes and plans realized.

Yours sincerely,
MIRZA GHULAM AHMAD,
Chief of Qadian,
Gurdaspur District, Punjab,
India.

تاریخ طبع مصنف

آں صیدِ تیرہ بخت کہ بندی بپائے اوست

شپّر مثالِ بغضِ خوری اختیار کرد

فرعون شد و عنادِ کلیمے بدل نشاند

یکسر خزاں شد و گلہ ہا از بہار کرد

چوں شحنۂ حق از پئے تعزیرِ او بخاست

چنداں بکوفتش کہ تنش چوں غبار کرد

تاریخِ ردِّ آں ہذیانش چہ حاجت ست

صیدے رکیک بود کہ موسیٰ شکار کرد

۱۳۰۴ - بالحاق بندی بپائے صیدے